Masalah Yi Kashmir

مسئلہ کشمیر

aur

اور

auPreshan Bala kot

اوپریشن بالاکوٹ

Inqilabi Muhammad Azam

محمد اعظم انقلابی

انتساب

کشمیر کے اُن گمنام مجاہدوں کے نام جو پچھلے بیالیس سال سے اِسلام کی سربلندی اور وطن عزیز کی آزادی کے لئے جموں کشمیر کے میدانوں اور پہاڑوں میں اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے جن کی قربانیوں کے طفیل ہی ہمارا ملی اور قومی بھرم باقی ہے اور جن کے جلال و جبروت کے تصور سے بھارتی سامراج لرزہ براندام ہے۔ یہ مجاہدینِ حق فریاد کر رہے ہیں کہ حاملِ قرآن اُمّت کا ضمیر کیوں سویا ہوا ہے، مظلوم اور محکوم کشمیریوں کی حالتِ زار دیکھ کر اُمّتِ مسلمہ کے مجاہد مثلِ سیماب بیقرار ہو کر اعدائے دین کے شر کا سدّباب کیوں نہیں کرتے، کشمیر کی بے بس ماؤں اور بہنوں کی آہوں اور سسکیوں سے زعماء ملت کے قلوب پسیجتے کیوں نہیں ....؟

حدیث شریف

"جس نے اللہ کی راہ میں کسی غازی کو سازوسامان سے لیس کر دیا اُس نے بھی گویا جہاد میں حصہ لیا اور جس نے غازیوں کے گھربار کی خبرگیری کی گویا اس نے بھی جہاد میں خود حصہ لیا۔"

(بخاری و مسلم)

نام کتاب: مسئلہ کشمیر اور اوپریشن بالاکوٹ
مصنف: محمد اعظم انقلابی (مقبوضہ کشمیر کے گوریلا لیڈر)
مرتب: پروفیسر محمد عارف خان
تعداد: ایک ہزار
ناشر: مرکز بالاکوٹ - مظفرآباد
قیمت: ۴۰ روپے

لالہ زار پبلشرز اینڈ بکسیلرز
بالمقابل ہائی سکول نمبر ۲، میرپور، آزاد کشمیر

فہرست مضامین

چند گزارشات

سقوط ڈھاکہ کے ساتھ ہی کشمیر کے روائتی قائدین نے بھارت کے ساتھ نئے تعلقات کے باب کا تذکرہ شروع کیا۔ ماؤف اعصاب اور عزائم نے محاذ رائے شماری تحریک سے غداری کی۔ محاذ رائے شماری کو توڑ کر نیشنل کانفرنس کا احیاء ہوا۔ کشمیر کے بزرگ سیاستدان مرحوم صوفی محمد اکبر نے اس فیصلے کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ انہوں نے ۱۹۷۷ء میں محاذ آزادی کو معرضِ وجود میں لاکر جدوجہد کو جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ ابتدا میں محاذِ آزادی کو مشکلات اور مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ بالآخر کشمیری عوام کو احساس ہوا کہ محاذ آزادی فی الحقیقت محاذ رائے شماری کے مشن کی تکمیل کے لیئے جدوجہد کر رہا ہے۔ ۱۹۸۳ء میں محاذ آزادی سے وابستہ ہونے کے بعد میں نے محاذ کے لیئے اصولی نکات کی وضاحت کی۔ محاذ آزادی کے سرفروشوں کو احساس دلایا کہ محاذ کی جدوجہد کا مرکز اور محور اسلام ہونا چاہیئے۔ محاذ آزادی کے اسلامی اور حریت پسندانہ عزائم اور آرزوؤں کی وضاحت اپنے رسالہ "وحدت" میں کرتا رہا۔ ہمعصر حریت پسند تنظیم پیپلز لیگ عزم ویقین اور قربانیوں کے لحاظ سے محاذ آزادی کے بہت قریب ہے محاذ آزادی نے پیپلز لیگ اور دیگر اسلام پسند تحریکوں کے ہمخیال رفیقوں کے تعاون سے کشمیر میں بھارت کے خلاف نفرت کی فضا پیدا کی۔ محاذ آزادی اور پیپلز لیگ انتخابی سیاست کی خرافات سے ہمیشہ دامن بچاتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کشمیر میں ان دو تنظیموں کو احترام کے جذبات کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ محاذ آزادی نے شہید مقبول بٹ صاحب

کے نام کو کشمیر کی پہچان قرار دیا۔ عسکری جدوجہد کے لیئے نفسیاتی ماحول پیدا کیا گیا۔ اس تحریک میں جماعت اسلامی کے لٹریچر، اسلامک سٹڈی سرکل کے سوز و گداز، جمعیت اہلحدیث کے موحدانہ مواعظ، تبلیغی جماعت کی دعوت، جمعیت طلبہ کے جوش، جمعیت علمائے اسلام کی روحانی اپیل نے اپنا رول ادا کیا۔ ۱۹۸۸ء میں عسکری جدوجہد شروع کرنے کے لیئے لبریشن فرنٹ نے بھی مشورہ دیا۔ میں نے اگست ۱۹۸۸ء میں شہید اشفاق مجید وانی، یاسین ملک صاحب اور جاوید میر صاحب کے ساتھ سفر شروع کیا اور بلند و بالا پہاڑوں پر سے گزرتے ہوئے آزاد کشمیر میں وارد ہوئے یہاں KLF اور حساس اداروں کے دوستوں اور بزرگوں سے گفتگو ہوئی۔ مشورہ دیا گیا کہ عسکری جدوجہد کا آغاز ہو جائے اور اگلے مرحلے پر ہم بھی آپ کے شانہ بشانہ دشمن کے خلاف کارروائی کریں گے۔ میں نے آزاد کشمیر میں گیارہ ماہ کے قیام کے دوران عسکری تربیت پائی۔ مسلح ہو کر تنہا سرحد عبور کرتے ہوئے وادی کشمیر میں داخل ہوا۔ یہ سفر کتنا پرخطر تھا اس کی تفصیل یہاں مطلوب نہیں۔ بہرحال وادی کشمیر میں سولہ ماہ کے قیام کے دوران وہاں نوجوانوں کو مسلح جدوجہد کی ترغیب دیتا رہا۔ اشفاق صاحب اور ان کے دوستوں بشمول مشتاق زرگر صاحب، ہلال بیگ صاحب، بلال صدیقی صاحب، جاوید صاحب، شہید اعجاز ڈار، مقبول الٰہی صاحب اور احسن ڈار صاحب کی عسکری کارروائیوں نے مہمیز کا کام کیا۔ پوری وادی بھڑک اٹھی، ہزاروں نوجوانوں نے سرحد پار جانے کی کوشش کی۔ پچھلے تین سال کے دوران کشمیر میں کیا کچھ ہوا اس بات سے تو سبھی صاحب علم آگاہ ہیں۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں احقر نے آزاد کشمیر کا چوتھا دورہ کیا۔ یہاں وارد ہوتے ہی میں نے حساس اداروں کے ذمہ دار لوگوں سے پوچھا کہ اب اگلے مرحلے میں کیا کچھ کرنا ہے۔ ان سے کوئی جواب نہیں بن پایا۔ اُلٹا یہ ہوا کہ انہوں نے عدم تعاون کی روش اپنائی اور کشمیر کے عسکری محاذ پر فساد برپا کرنے کی کوشش کی۔

ان حالات کے پیش نظر وادی کشمیر میں محو جدوجہد مجاہدین کو پوری سنجیدگی کے ساتھ

غور و خوض کرنا ہوگا کہ ہم کس سمت میں سفر جاری رکھیں۔ میں سمجھتا ہوں وادی کشمیر اپنے ہی عزائم اور سیاسی افکار و نظریات کے ساتھ جدوجہد جاری رکھے۔ ہم پہلے مسلمان ہیں اور پھر کشمیری گرد و پیش کی دنیا کی نیت ٹھیک ہو جائے تو پھر ہم عالم اسلام کا بھی حصہ ہیں۔ کشمیری بھیڑ بکریاں نہیں ہیں۔ کشمیری مسلمان خدا پرست ہونے کے ساتھ غیور اور خود دار بھی ہیں۔ ہم نے اپنے ذہن اور ضمیر کو گروی نہیں رکھا ہے۔ ہم زندہ قوم کی حیثیت سے سوچیں گے اور فیصلے کریں گے۔ ہمارا فیصلہ حق پر مبنی ہوگا۔ مجاہدین کشمیر اسلامی اخوت اور شفقت کے جذبات کے ساتھ جدوجہد جاری رکھیں۔ انشاءاللہ عنقریب ایسے حالات پیدا ہوں گے کہ بھارت اور پاکستان کشمیر کا حقیقت پسندانہ تصفیہ کرنے پر مجبور ہوں گے ہم پاکستان کے دوست ہیں اور چاہتے ہیں کہ پاکستان سلامت رہے۔ اب پاکستان مزید شکست و ریخت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مضبوط پاکستان میں کشمیر کی آزادی کا راز مضمر ہے۔ ہاں پاکستان کو نظریاتی انقلاب کے دور سے ضرور گزرنا ہوگا، وہاں کا موجودہ مغربی نظام ہمارے لیئے باعث پریشانی بھی ہے اور موجب غلامی بھی۔ اس لیئے کشمیر کی آزادی کے ساتھ ساتھ پاکستان کے نظریاتی انقلاب کی بھی اشد ضرورت ہے۔ کشمیر آزاد ہوگا تو محاذ آزادی کشمیر کو اسلامی جمہوریہ کشمیر قرار دے کر وہاں فلاحی معاشرہ قائم کرے گا۔ ہم اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں گے اور بیرونی دنیا کی فکری رہنمائی کریں گے۔ قوموں کی برادری میں کشمیر کو اپنا رول ادا کرنا ہوگا۔

میں مقبوضہ کشمیر سے تعلق رکھنے والے کشمیریوں سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو اپنے شاندار ماضی کے حوالے سے بھی پہچاننے کی کوشش کریں۔

سلطان شہاب الدین کا دور یاد کریں ۔ میں اسی مردِ قلندر کے کشمیر کا شیدائی ہوں۔
ن گریٹر کشمیر میں یقین رکھتا ہوں ۔ ہاں اس کے لیئے مجھے وادیٔ کشمیر کو بیس کیمپ بنانا
ہوگا ۔ سید احمد شہیدؒ کی تحریک ہو یا خلافت تحریک کی تمنّا ، گریٹر کشمیر کا خواب ہو
یا عظیم مسلم مملکت کا تصوّر ، ہر صورت میں وادیٔ کشمیر کو ہی بیس کیمپ کا رول ادا
کرنا ہوگا ۔ اب یہی اندازِ فکر ہی ہمہ گیر اور فوری تبدیلی کا ضامن اور محرک ہوگا ۔
غلامی کی زنجیریں جلد ٹوٹ جائیں گی اور کشمیر آزاد ہوگا ۔ انشاء اللہ ۔

اعظم انقلابی

سرپرست اعلیٰ جموں و کشمیر محاذِ آزادی
نقیب آپریشن بالاکوٹ ۔
چیئرمین متحدہ جہاد کونسل
کنوینر ورلڈ کشمیر محاذ رائے شماری

پروفیسر عارف خان کے نام اعظم انقلابی کا خط

برادرم مکرم جناب محمد عارف خان صاحب

اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

جب اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندے کی کسی عاجزانہ ادا سے خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس بندے پر اپنی رحمتوں اور نعمتوں کا نزول فرماتے ہیں۔ احقر کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اللہ تعالےٰ نے میری سہولت کے لیئے ہزار نعمتیں مہیا کیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ میرے فکر و نظر کے حامل ایسے مجاہد بھی میرے رفیقِ سفر بنے جن کی شکل و صورت کا مجھے پہلے کوئی تعارف نہ تھا جب بھی میں ایسے مجاہدوں کے قریب ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ میرے ہی جذبات اور احساسات کی ترجمانی کر رہے ہیں تاہم اس احساس کے باوجود ایک حسرت یہ بھی کہ پورے کشمیر میں شاید کوئی بھی مجاہد ایسا نہیں جو میرے افکار ، جذبات اور احساسات کی ہو بہو انداز میں ترجمانی کر سکے۔ اس بات ں نہ کوئی مبالغہ ہے اور نہ ہی خوشامد کہ میں آپ کے قلم کو اپنے قلم کا وارث پاتا ہوں۔ آپ کے ینے کو اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کا امین پاتا ہوں اور آپ کی زبان کو اپنے جذبات کا ترجمان ۔ اب ں احساس محرومی نہیں رکھتا میں جس رفیق کی تلاش میں تھا میں نے اُسے آپ کی شخصیت میں پالیا۔ میری عا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنے نظریات اور افکار کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق دے (آمین)

میرے بزرگ دوست! میں نے آپ کی کتاب "کشمیر تاریخ کے آئینے میں" کا مطالعہ کیا تو محسوس ا کہ آپ بالکل اُسی انداز میں سوچتے ہیں جس طرح احقر سوچتا ہے ۔ دو مجاہدوں کی یہ فکری ہم آہنگی نعمت یں تو اور کیا ہے ۔ آپ کی کتاب بتا رہی ہے کہ آپ غلبۂ اسلام کی آرزو کے ساتھ ساتھ آزادیٔ کشمیر

کی تمنا بھی رکھتے ہیں۔ آپ شہید مقبول بٹ صاحب کے شیدائی ہیں۔ مجاہدین کشمیر کے مداح ہیں۔ حریت فکر کے فدائی آپ کی کتاب نے کچھ جامد افکار اور فطرتِ انسانی سے متصادم نظریات کو رد کرتے ہوئے یہ بات واضح کی ہے کہ جب تک کشمیریوں کی جنگ آزادی میں اللہ تعالےٰ کی رضا مقصود نہ ہو یہ جدوجہد کامیاب ہو نہیں سکتی، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ریاست جموں کشمیر کے مسلمان فکر صالح سے منحرف کسی بھی ایسی تحریک کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں جو انقلاب اور آزادی کے دلکش نعروں سے مصنوعی نظامِ معاشرت اور مملکت کا نقیب ہونے کا تاثر دیتی ہو۔ ہمیں ایسی تحریک سے کوئی دلچسپی نہیں جو للہیت اور جذبۂ عبودیت کو عار سمجھتی ہو۔ جسے مذہبی طرز کی اداؤں سے گھن محسوس ہوتی ہو۔ ایسی تحریک سے وابستہ لوگوں کا ہاضمہ اس وقت خراب ہوتا ہے جب کچھ لوگ آخرت اور حریت کی باتوں کی معجون سے مریض ذہن کا علاج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ الوہیت اور ربوبیت کی باتوں سے جو لوگ دامن بچانے کا تکلف کر رہے ہیں ان کو اپنے حال پر چھوڑیں، ہاں ان کی اصلاح کے لئے آہوں اور دعاؤں کا طریق کار ہی موزوں اور مؤثر ہے۔ ایسے لوگ بحث و تکرار اور قیل و قال سے بات ماننے والے نہیں ضد اور ہٹ دھرمی ان کے طرز فکر کا طرۂ امتیاز ہے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کے حال پر بھی رحم فرمائے، اور ہمارے حال پر بھی، یہاں یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ داعیِ حق کا لب و لہجہ مشفقانہ ہونا چاہیئے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

آپ نے میری بیماری کے دوران جس طرح تیمار داری کا حق ادا کیا اس سے یہ بات مترشح ہے کہ آپ کے سینے میں دردمند دل بھی ہے۔ آپ کسی کو مصیبت میں دیکھ کر تڑپ اُٹھتے ہیں۔ اللہ کرے کہ باہمی اخوت اور شفقت کا یہ جذبہ سلامت رہے اور اس کو محکوم قوم کاشمر کی نجات اور خلاصی کا ذریعہ بنا دے دُنیا کی ہر مادّی چیز فنا ہونے والی ہے۔ ہاں! مومنین اور مجاہدین کے وہ کارنامے ہی باقی رہیں گے جو بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کا باعث ثابت ہوئے ہوں، اور جن کارناموں نے دین اسلام کو اپنے دور میں نئی زندگی بخشی ہو۔ اس وقت ہماری گری ہوئی مغلوب قوم ایسے اولوالعزم مجاہدوں کی تلاش میں ہے جو طارق بن زیاد کی طرح کشتیاں جلا کر میدانِ کارزار میں کودنے کو تیار

ہوں۔ راہ عزیمت میں باطل پرستوں کے مقابلے میں چٹان کی طرح ڈٹنے والے صاحب عزم و ہمت اگرچہ نایاب نہیں کم یاب ضرور ہیں۔ زعمائے قوم کہیں اقتدار کے متوالے اور کہیں شہرت کے شیدائی ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تمام جدوجہد غلبۂ حق اور حریت وطن کے لئے وقف ہے۔ مجھے اس بات کا پختہ یقین ہے کہ اگر اصحاب عزیمت عملی جدوجہد کی راہ میں مثبت موقف اختیار کریں اور پھر جنگ آزادی کی تحریک کو عزم و حوصلہ کی نئی اداؤں سے رنگ بھرنے کی کوشش کریں، تو وہ دن دور نہیں جب مصلحت اور مفاد خصوصی کے خول میں مقید زعمائے قوم اتحاد کے لئے مجبور ہوں گے۔ وہ اپنی سلامتی اطاعت میں ہی پائیں گے۔ ہماری جدوجہد اس مرحلے میں داخل ہو جائے تو غلامی اور رسوائی کی زنجیریں ٹوٹ ہی جائیں گی اور اس کے ساتھ ہی افسردگی اور بے بسی کے سیاہ بادل بھی چھٹ جائیں گے۔ جو لوگ ہمہ گیر قومی تحریک مزاحمت کی راہ میں کام آئیں گے، شہید کہلائیں گے اور جو نجات یافتہ وطن کے مالک اور معمار ٹھہریں گے غازی کہلائیں گے۔ قوم کاشمر منظم اسلامی تحریک مزاحمت کا مطالبہ کر رہی ہے۔ یہ بات واقعی باعث اطمینان و راحت ہے کہ مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے ہزاروں نوجوان مثل مقبول بٹ شہید حق پر قربان ہونے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ میرے خیال میں کشمیر کی جنگ آزادی کا Initiative خود کشمیریوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جہاد کشمیر کی راہ میں اخلاص اور ایثار کے جذبات کے ساتھ پیش قدمی کرنے کی سعی پیہم کریں، تو برادر ملک پاکستان کشمیر کے بارے میں حقیقت پسندانہ موقف اختیار کرنے پر مجبور ہو گا، اور ہماری جنگ آزادی فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گی۔ بھارتی سامراج کشمیر کے مہیب اور پُر پیچ پہاڑوں میں مزاحمت کر نہیں سکتا۔ بھارت اپنی عافیت اور سلامتی اسی میں سمجھے گا کہ وہ اپنی ذلت اور رسوائی کا نیا ریکارڈ قائم کئے بغیر پُروقار پسپائی کی فکر و تدبیر کرے، یہ وہ باتیں ہیں جن کا تفصیل میرے اردو مقالوں میں موجود ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ میرے اردو مقالوں کو کتابی شکل میں شائع کرتے۔ میرے ان مضامین سے آپ کی اس تحریک کو تقویت پہنچے گی۔ جو آپ نے وجدانی ادراک اور احساسات کے بل پر شروع کی ہے۔ فطرت کی آواز پر لبیک کہنے والی یہ تحریک رحمت ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے سلامت رکھے اور اس کو آزادیِ وطن کا مؤثر ذریعہ بھی بنا دے، آمین۔ میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ آپ کشمیر کی

آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والے دوسرے گروہوں سے وابستہ ہم خیال لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کریں۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں، ؎

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

اگر یہ درست ہے کہ ہمارا راستہ اخلاص و ایثار کا راستہ ہے، جنگ و شکوہ کا راستہ ہے، اناکو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا کرنے کا راستہ ہے تو پھر ہم خیال لوگوں کے اتحاد اور اتفاق میں کوئی بھی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ ایسا اتحاد اب ناگزیر ہے، وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اسی اتحاد میں ہمارے سبھی امراض ملی کا علاج موجود ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے دبے اور پسے ہوئے مظلوم مسلمانوں کی نظریں آزاد علاقہ پر مرتکز ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ کب آپ اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کے لئے سامنے آتے ہیں۔ آزاد علاقہ کے مجاہد ذرا غور کریں آیا کہ ان کی تحریک اسی رفتار پہ جاری ہے جس رفتار پہ مقبوضہ علاقہ کی تحریک حریت جاری ہے۔ آزاد علاقہ کے مجاہد ذرا دیکھیں کہ وہ اس تحریک کو فیصلہ کن مراحل سے گذارنے کے لئے کیا اقدامات کر سکتے ہیں جو مقبوضہ کشمیر کے مجاہدوں نے شروع کر رکھی ہے۔ اب ہمدردی جتانے والی قرارداد وں پر اکتفا کرنا جائز نہیں۔ ذوقِ عمل اور شوقِ پرواز رکھنے والے میرے ہم خیال دوستوں کے لئے اس مختصر خط میں کچھ اہم رموزِ فکر موجود ہیں۔ آج میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ زندہ رہا تو آئندہ بھی اپنے جذبات آپ تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ انشاءاللہ،

سبھی رفقاء تحریک تک میرا محبت اور احترام بھرا سلام پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آغوشِ فضل و کرم میں پناہ دے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا دوست ٹھہرائے، بس یہی سب سے بڑی نعمت ہے۔

والسلام — خیراندیش
خاکسار
صلاح الدین کشمیری
۳۰ مئی ۱۹۸۹ء

مقدّمہ

آزادی انسانی تمناؤں و حسرتوں کی ہمیشہ معراج رہی ہے۔ چونکہ آزادی ایک بلند نصب العین ہے۔ اس لئے انسانوں نے ہمیشہ اس کے لئے بلند ترین کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ کشمیر خطۂ بے نظیر ان غلام خطوں میں سے ہے جہاں آزادی کا سورج ابھی طلوع نہیں ہوا۔ استبدادی قوتوں کی ملی بھگت نے غلامی کو دوام بخشنے کے لئے نئی راہیں بھی تراش رکھی ہیں۔ مگر ہر قیدی کی تمنا رہائی ہوتی ہے اور جب ایسے کسی اونچی سے اونچی دیوار والی جیل اور مضبوط فولادی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے مگر اس کے باوجود رہائی کے لئے وہ کوئی راستہ تلاش کرنے کی سعی کرتا ہے۔ اسی طرح سامراجی تسلط شدید ہو جائے تو آزادی کے متوالے کہیں نہ کہیں سے راستہ تلاش کر ہی لیتے ہیں۔ بیسویں صدی جسے آزادی کی صدی کہا جاتا ہے کشمیریوں کی جدوجہد آزادی اس مقام تک نہ پہنچ پائی، جہاں سے غلامی کی زنجیریں ٹوٹ کر رہ جایا کرتی ہیں لیکن یہ طویل جدوجہد ختم بھی نہ کی جا سکی۔ ۱۹۴۷ء میں جب آزادی کا سورج برصغیر میں طلوع ہوا تو خیال تھا کہ یہ شعائیں کشمیر میں بھی تمازت دیں گی مگر ایسا نہ ہوا۔ غلامی کشمیریوں کا ابھی مزید مقدر تھی۔ سو ایک بدتر شکل میں سامنے آئی۔

۱۹۴۷ء میں جدوجہد آزادی کشمیر کے سلسلے میں ایک نئی صورت حال پیدا ہوئی۔ کشمیریوں کی جدوجہد پہلے ڈوگرہ حکمران اور اس کے سرپرست انگریز کے خلاف تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد ابتدا ہی سے یہ جدوجہد بھارت کے خلاف استوار ہوئی۔ اس لئے کہ بھارت نے کشمیر پر قبضہ کشمیریوں کی آرزوؤں کے برعکس کیا تھا۔ جو علاقہ پاکستان کے حصے میں آیا۔ اُس وقت یہ کشمیریوں کی آرزوؤں کے برعکس نہ تھا۔ لیکن نئی صورت حال جس میں کشمیر تقسیم ہو گیا اور آزادی کی جدوجہد کشمیریوں کے ہاتھوں سے

نکال کر سیاست کے گندے بازار میں چلی گئی۔ پالیسیاں پاکستان کے دارالحکومتوں میں بننے لگیں۔ جن میں پاکستان کے مسائل اور مفادات کو اولیت حاصل تھی۔ اور اگر سنہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۲ء تک پاکستان کے ارتقاء اور استحکام اور کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کی صورت حال کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کا سیاسی ارتقاء بھی غلط سمتوں پر استوار ہو چکا تھا اور اس وجہ سے کشمیر ایک بھولا بسرا نغمہ بن گیا تھا۔ پاکستان کے ان گنت کئی اور مسائل کے ساتھ کشمیر ایک بنیادی اور فیصلہ کن مسئلہ تھا۔ پاکستان کے حکمران اور اس کے ساتھ بھارت کے حکمران بھی اسے گندی ہوئی ریاست اور "زمین کے ایک سرسبز خطے" سے زیادہ اہمیت دینے پر آمادہ نہ تھے لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ کشمیریوں کی خواہشوں اور حسرتوں کی خاکستر پر آزادی کے حسین محل دیر پا نہ ہوں گے اور شاید ان ممالک کو آج یہ احساس ہو گیا ہو گا کہ گذشتہ بیالیس برسوں میں برصغیر میں بارود کا ڈھیر "مسئلہ کشمیر" ہے جس میں سے وقتاً فوقتاً کبھی چھوٹے اور کبھی بڑے دھماکے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ سنہ ۱۹۵۷ء تک کشمیری سنبھل ہی نہ سکے۔ جیسے ایک طوفان گذرا ہو اور لوگوں کو اپنی جھونپڑیوں اور سامان کو سنبھالنا مشکل ہو۔ سنہ ۱۹۵۷ء میں کشمیریوں نے نئے کھیل کی خوفناکی کو سمجھا۔ کہا جاتا ہے کہ مقاصد اس کے پس منظر میں بھی مفاد پرستانہ تھے۔ مگر عام کشمیری نے پُرخلوص جذبوں سے شرکت کی، سنہ ۱۹۵۷ء کی کشمیر لبریشن موومنٹ (کے۔ ایل۔ ایم) گذرے ہوئے وقت میں جدوجہد کی ایک نئی سمت کا تعین تھا۔ جمود جو تحریک آزادی کشمیر پر چھا گیا تھا اسے توڑنے کا عزم خود کشمیریوں نے کر لیا۔ (کے۔ ایل۔ ایم) کے ایک اہم راہنما کے۔ ایچ خورشید (مرحوم و مغفور) نے سنہ ۱۹۶۰ء میں اس جمود کو توڑنے کے لئے "کشمیر کو مہاراجہ ہری سنگھ کی جانشین حکومت تسلیم کرو" کا ایک نیا نظریہ دیا۔ جس نے کشمیریوں میں خود سوچنے اور عمل کرنے کی سوچ بیدار کر دی۔ اگلے مرحلے پر شہید حریت مقبول احمد بٹ کا ان سوچوں کو عمل کا رنگ دینا اور "مسلح جدوجہد" کے فلسفے پر عمل کرتے ہوئے سنہ ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء اور سنہ ۱۹۷۶ء میں تین کارروائیاں عمل میں لائیں۔ آخری کارروائی میں شہید حریت گرفتار ہو کر دہلی کی تہاڑ جیل میں دار پر جھول کر نہ صرف ایک نئی تاریخ رقم کی بلکہ اپنے گرم لہو سے تحریک آزادی کی جدوجہد میں ایک نئی جان پیدا کر دی۔ کشمیر میں برسرپیکار گروہ مقبول احمد بٹ شہید کو تحریک آزادی کی اس جدوجہد کا ہیرو خیال کرتے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر میں آزادی کی موجودہ لہر کے اسباب؛

۱۔ آزادی کی اس تحریک میں گذشتہ بیالیس سالوں کی شعوری کوششیں تو شامل ہیں مگر ان شعوری کوششوں کو شہادت مقبول سے تقویت ملی۔ دونوں طرف سیاست کے گندے بازار میں آزادی جیسے مقدس نصب العین کو گھسیٹ کر اسکی اہمیت و افادیت کم کر دی گئی تھی۔ شہادت مقبول نے ایک بار پھر اسے تقدس دیا کہ آزادی وہ عظیم عطیہ الٰہی ہے جس کے لئے زندگی جیسی قیمتی متاع بھی لٹائی جا سکتی ہے شہادت مقبول کے نتائج آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر میں انتہائی گہرے مرتب ہوئے نوجوانوں نے مقبول احمد بٹ کے مشن کو آہستہ آہستہ سمجھنا شروع کر دیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ سماج پر حاوی ہونے لگے۔ جس کا نتیجہ آج سامنے ہے۔

۲۔ موجودہ لہر حریت کا ایک اور سبب افغانستان میں اسلامی جہاد ہے۔ مجاہدین افغانستان نے تاریخ اسلام میں ایک نئے مگر روشن باب کا اضافہ کیا ہے دنیا کے سارے مسلمانوں کی توجہ افغان محاذ کی طرف پلٹی تو محسوس کیا گیا کہ اگر ایسی ہی صورت کشمیر میں برپا ہو جائے تو بھارت کیلئے اتنا عرصہ مزاحمت کو برداشت کرنا ممکن نہ ہو۔ اس احساس نے انفرادی سطح پر بے شمار کشمیری نوجوانوں کو افغان کیمپوں کا رخ کرنے پر مجبور کیا۔ خصوصاً آزاد کشمیر کے نوجوانوں کیلئے تربیت کا ایک مسئلہ حل ہو گیا۔

۳۔ تیسرا سبب حکومت پاکستان اور اسکی پالیسی ہے بعض رپورٹوں سے محسوس ہوتا ہے کہ شاید پاکستان کی سابقہ فوجی حکومت نے افغانستان سے روسی فوجوں کی معجزانہ واپسی سے شہ پا کر ۱۹۷۱ء کی شکست کا بدلہ لینے کا عزم باندھا تھا۔ اور بھارت کے دو اندرونی محاذ کامیابی سے کھول کر

پہلی جنگ جیت لی تھی پنجاب اور کشمیر کے اندر دہاں کے رہنے والوں کی طرف سے بھارت کے خلاف مزاحمت نے بھارت کو دفاع پر مجبور کر دیا تھا۔ حکومت پاکستان کے اس منصوبے کا آخری ہدف کیا تھا؟ صرف دفاعی لحاظ سے بھارت کو اُلجھائے رکھنا مقصود تھا۔ جیسا پہلی حکومتیں کرتی رہی ہیں یا اس کے علاوہ بھی مقصد تھا؟ اور کوئی مقصد تھا بھی یا نہیں؟ فوجی حکومت کے خاتمے کے بعد یہ سوالات بھی ختم ہوگئے لیکن یہ درست ہے کہ اس فوجی دور حکومت میں مقبوضہ کشمیر کے نوجوانوں کو پہلی بار اسلحہ ملا۔

کشمیر میں آزادی پسند گروہوں کا نظریاتی تقابلی مطالعہ

تحریک آزادی کشمیر اپنے ارتقائی مراحل طے کر رہی ہے۔ ارتقائی مراحل کے بعض مواقع تحریکوں کے اساسی نظریات کے حوالے سے فیصلہ کُن ہوتے ہیں۔ آزادی پسند گروہ دنیا کے مختلف انقلابات اور تحاریک سے متاثر ہو کر اپنے ہاں بھی وہ انقلابی نظریات اپنانے کی سعی کرتے ہیں۔ نظریاتی طور پر دوسروں سے متاثر ہونا ایک فطری امر ہے لیکن اس فطری عمل کے دوران اپنے سماج اور ماحول کی فطری خاصیتوں کو مدِنظر رکھنا انتہائی اہم ہے۔ ہر سماج کی اپنی فطری خاصیتیں ہوتی ہیں انہیں یکسر نظر انداز کر کے کوئی انقلابی نظریہ و لائحہ عمل قابلِ عمل نہیں ہوتا اور نظریات کی اہمیت بنیادی و قطعی ہے۔ انسان کے جذبۂ تحریک میں نظریات ہی کا عمل دخل ہوتا ہے اور اگر جدید دنیا کی کشمکش میں جو بنیادی عنصر نمایاں ہے وہ نظریاتی تضاد ہے یہ نظریاتی تضاد ہی نظریات کی وسعت کا سبب بھی بنتا ہے اور اُس کے زوال کا بھی۔ جو نظریات انسان کی حقیقی ضرورتوں کو پورا کرنے کی عملی و تجرباتی ضمانت فراہم کرتے ہیں وہ نظریاتی تضاد کی کشمکش میں اپنے آپ کو زندہ رکھتے ہیں اور جو انسان کی حقیقی ضرورتوں کے پورا کرنے کی ضمانت فراہم کرنے سے قاصر رہتے ہیں وہ نظریات صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں۔ بظاہر چمکتی دنیا سے متاثر ہونا الگ بات ہے لیکن چمکتی دنیا کے پس منظر میں پنہاں حقائق کا ادراک اصل بات ہے۔ نظریات کی ایک طویل کشمکش ہے اور اس کشمکش میں کئی نظریات قصہ پارینہ بن چکے ہیں اور کئی ابھی اپنی حیات کی تگ و دو میں ہیں۔ نظریات کی اسی کشمکش کے اثرات تحریک آزادی کشمیر پر بھی مرتب ہوتے آئے ہیں اور آئندہ بھی ان کا اہم کردار

کشمیر کی تحریک آزادی کی تاریخ کا ایک حصہ ۱۹۴۷ء سے پہلے کی جدوجہد پر مشتمل ہے اور اُس وقت کے سارے گروہ آزادی پسند تھے۔ برصغیر پر انگریزوں کے تسلط، برصغیر کی اکثریت ہندو مذہب کے پیروکاروں کی انگریزوں سے ملی بھگت، مطالبہ پاکستان، کشمیر پر ایک ہندو ڈوگرے کا جابرانہ تسلط ایسے حالات تھے جن میں سارے گروہوں نے آزادی کے لئے جدوجہد کی۔ اُس وقت نظریاتی فیصلوں کا انحصار آزادی کے حوالے سے تھا اور وہ تقسیم ہند کا مطالبہ تھا جو دو قوموں، دو نظریوں کا نتیجہ تھا۔ اس لئے کشمیر کی آزادی کو تحریک پاکستان و تشکیل پاکستان کے پس منظر میں دیکھا گیا اور تشکیلِ پاکستان کے مراحل طے ہوتے ہی ایک حلقے نے یہ تصور کر لیا کہ اب کشمیر بھی اسی طرز پر اپنی قسمت کا فیصلہ کرے گا مگر ایسا نہ ہو سکا اور کشمیر پاکستان اور بھارت کی آزادی کے گیتوں میں گُم ہو کر رہ گیا۔ آزادی کے گیتوں کا یہ شور مدھم پڑا تو معلوم ہوا کہ کشمیر تقسیم ہو کر ایک بدتر غلامی کی شکل اختیار کر گیا ہے، یہ غلامی اقوام متحدہ کی قراردادوں، بھارت و پاکستان کے وعدوں، سیاسی مظاہروں اور نعروں سے گزرتی ہوئی اب ان مراحل میں داخل ہو چکی ہے جہاں سے آزادی کا سورج طلوع ہو گا۔ کشمیر کے تینوں منقسم شدہ علاقوں میں کشمیری اپنے آپ کو جدوجہد کے لئے تیار کر رہے ہیں اور یہ حقیقی تیاری ہے جو کسی دوسرے کی امداد اور ترغیب کے بغیر ذاتی احساس و شعور کے ساتھ شروع کی جا رہی ہے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے جو سیاسی جماعتیں تھیں وہ مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس کے نام سے اب بھی موجود ہیں لیکن ان کا آزادی کے حصول کے لئے کردار ختم ہو چکا ہے۔ اب ان کا کردار حصول اقتدار رہ گیا ہے۔ اس کے بعد جو سیاسی جماعتیں کشمیر کے دو حصوں میں تشکیل پذیر ہوئیں وہ بھارت اور پاکستان کے پالیسی ساز اداروں کی حکمت عملی کے تحت مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس کی مخالفت کے حوالے سے بنیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بھی قوم کو سیاسی اقتدار کی جنگ سے آزادی کی جنگ کی طرف نہ موڑ سکیں۔

موضوع کی مناسبت سے آزادی پسند گروہ کی تھوڑی سی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے ہمارے نزدیک آزادی پسند گروہوں میں وہ گروہ شامل ہیں جو اقتدار کی بھرپور جنگ سے اپنے آپ کو الگ رکھنے کی حکمت عملی کے تحت ایسے گروہ منظم کر رہے ہیں جو قطعی آزادی کی جنگ کے لئے ماحول پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جن کے نصب العین میں کشمیر کی آزادی کے لئے مسلح جدوجہد کا فیصلہ کن عمل شامل ہے اس نہج کی کوشش کشمیر کے دونوں حصوں میں ہو رہی ہے۔ کشمیریوں میں جدوجہد کو اپنے دائرہ کار میں لانے کی سوچ کا جہاں تک تعلق ہے یہ سہرا کے ایچ خورشید مرحوم و مغفور کو جاتا ہے

جنہوں نے جمود کو توڑ کر ایک نئی سوچ دی جس کے تحت ریاست جموں و کشمیر کو مہاراجہ کی باغی حکومت کے طور پر تسلیم کر کے آزادی کی جدوجہد کی باگ ڈور اس حکومت کی صوابدید پر چھوڑ دی جائے۔ اسی سوچ کے اگلے مرحلے پر محاذ رائے شماری کا قیام عمل میں لایا گیا۔ بنیادی طور پر "آزادی پسند گروہ" کی اصطلاح کے تحت پہلا یہی گروہ آتا ہے۔ محاذ رائے شماری کا قیام تحریک آزادی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں بھی مرزا افضل بیگ نے اس کی بنیاد ڈالی۔ ایک موقع پر ان دونوں کو ایک ہی تنظیم ظاہر کرنے کی کوشش بھی ہوئی مگر بوجوہ یہ سلسلہ زیادہ آگے نہ بڑھ سکا۔ مقبوضہ کشمیر کی محاذ رائے شماری تنظیم بہر حال ہماری اصطلاح کے زمرے سے باہر آتی ہے ان کی اگر کوئی جدوجہد تھی بھی تو بھی وہ اقتدار کی سیڑھیوں سے گزر کر تھی۔ آزاد کشمیر کی محاذ رائے شماری جو عبدالخالق انصاری ایڈوکیٹ کی قیادت میں منظم ہوئی آزاد کشمیر کے لیے ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۶ء تک بھرپور جدوجہد کی۔ شعوری و عملی طور پر قوم کو آزادیٔ کشمیر کے لیے ایک جذبہ دیا ایک لائحہ عمل تیلایا۔ محاذ کی اس جدوجہد میں چند نام بڑے نمایاں ہیں ان میں شہید حریت مقبول احمد بٹ، امان اللہ خان، لون برادران، میر عبدالقیوم، ڈاکٹر فاروق حیدر، صابر انصاری، جی ایم میر، سعید شاہ نازکی اور رشید حسرت شامل ہیں۔ ان لوگوں کی مستقل جدوجہد نے تحریک آزادی کو تقویت بخشی اور مقبول احمد بٹ کی دلیرانہ شہادت نے تحریک آزادی کشمیر کو ایک نئی طاقت اور امنگ دی ہے۔ ۱۹۷۶ء میں مقبول احمد بٹ کی مقبوضہ کشمیر میں گرفتاری کے ساتھ ہی یہ تنظیم اپنی فعالیت ختم کر بیٹھی جس کا نتیجہ امان اللہ خان کی سرکردگی میں ایک نئے گروہ لبریشن فرنٹ کے قیام کی صورت میں سامنے آیا۔ محاذ رائے شماری کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زوال و انتشار کا اہم سبب نظریاتی خلا ہے۔ آزادی و خود مختاری کو اس تنظیم کی نظریاتی بنیاد قرار دے کر اُسے آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ آزادی کے جذبوں نے کچھ عرصہ تو اس گروہ میں کام کرنے کی امنگ کو زندہ رکھا لیکن عارضی جذبوں کے سہارے طویل مسافت طے ہونا مشکل امر ہوتا ہے۔ سو ایک موقع پر آکر یہ گروہ نظریاتی اختلافات کا شکار ہو گیا۔ "آزادی و خود مختاری" بنیادی طور پر نظریہ یا اُس کا حصہ نہیں ہو سکتا۔ آزادی بذات خود نظریہ نہیں بلکہ نظریات کی آبیاری کے لیے موقع فراہم کرنے کی ضمانت ہے۔ جن شخصیات کا اوپر میں نے ذکر کیا ہے ان کے نظریات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ صورتحال مختلف الخیال ہے، محاذ کے نظریاتی پہلو کو "سیکولر" انداز میں چلانے کی بنیاد رکھی گئی اور یہی اس گروہ کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ تنظیموں میں اطاعت

[فعا]لیت کا جذبہ محرکہ وہ نظریات ہوتے ہیں جن کی پیروی اطاعت و فعالیت پہ سختی سے عمل پیرا ہونے [کا جذ]بہ عطا کرتی ہے۔ نظریات کے ساتھ فطری رشتے اور تعلق تنظیم کے اندر طریق کار کے اختلافات کو ابھرنے [کا مو]قع فراہم نہیں کرتے، دنیا کی کوئی تحریک ہو اُس کے پیروکاروں کے ذہنوں کو ایک مخصوص سانچے میں [ڈھالا] جاتا ہے ایک مخصوص نظریئے کو اُن کے رگ و پے میں سمویا جاتا ہے۔ محاذ نے یہ راستہ چھوڑ کر ["سیکولرازم"] کی پُرفریب اصطلاح کا سہارا لیا حالانکہ یہ وہی پُرفریب اصطلاح ہے جس کی بدولت بھارت مقبوضہ [کشمی]ر کو غلام اور ہندوستان کے دوسرے مسلمانوں کے قتل عام کا سبب بنتا آرہا ہے۔ یوں بھی "سیکولرازم" [سے ا]یک مکمل نظریئے کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ عبدالخالق انصاری خود دین دار آدمی ہیں۔ لیکن تنظیمی [مجبوری] سے اُن کا نعرہ "سیکولر" بنا۔ مقبول احمد بٹ کے جو خطوط جیل سے آئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان [کے اند]ر آزادی کی تڑپ اور غلامی سے نفرت اسلام کی آفاقی تعلیمات نے پیدا کی، جبکہ امان اللہ اور [ڈاکٹر ف]اروق حیدر اسلامی نظریات کے حوالے سے کبھی بھی پہچانے گئے، دوسرے مذکورہ لوگ نظریاتی [حوالے] سے ... شہرت نہیں رکھتے جس کا نتیجہ محاذ رائے شماری کے زوال کا سبب بنا۔ تقسیم در تقسیم [کا عمل] اب آخری انتہا کو چھو رہا ہے۔ محاذ رائے شماری کی جی ایم میر کی سربراہی میں نئی قیادت سمیت [مجلس] عاملہ کی اکثریت محاذ کے بانی صدر عبدالخالق انصاری سے اختلاف کے باعث مستعفی ہو گئی ہے

محاذ کے بطن سے جنم لینے والا ایک گروہ امان اللہ کی قیادت میں [لبریشن] فرنٹ ہے۔ لبریشن فرنٹ کا قیام سوائے نام اور قیادت کی تبدیلی کے سوا کچھ بھی نہیں، البتہ نام اور [قیادت اور] نظریات کی تبدیلی کی وجہ سے ... نئے جذبے ... نئے انداز سے کام ضرور کر رہے ہیں لیکن تقسیم کے عمل نے جہاں [محاذ رائ]ے شماری کو ختم کیا وہاں لبریشن فرنٹ کوئی مؤثر طاقت نہ بن سکا۔ نظریاتی اعتبار سے جو سقم محاذ رائے شماری میں [تھا وہ]ی لبریشن فرنٹ میں بھی ہے۔ لبریشن فرنٹ کا ایک حلقہ تو سیکولر انداز ہی جاری رکھنا چاہتا ہے۔ جبکہ [دوسرا حل]قہ "سیکولرازم" سے آگے ترقی پسندانہ اصطلاح کے فریب میں اشتراکی نظریات کا حامی ہے۔ آزاد کشمیر [کی لبریشن] فرنٹ میں ان ہی دو طبقات کی نظریاتی کشمکش ہے، اسلامی نظریات کی حامل شخصیات آزاد کشمیر [لبریشن] فرنٹ میں نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن فرنٹ کے نظریاتی تشخص کی گومگو کی پالیسی مستقبل قریب میں اُن [کے لی]ے مزید پیچیدگیاں پیدا کرے گی اس کی وجہ مقبوضہ کشمیر میں لبریشن فرنٹ کے نام پر سرگرم عمل گروہ ہے [جو مقبول] احمد بٹ شہید کے حوالے سے منظم اس گروہ کے نظریات قطعی اسلامی تعلیمات کے تحت ہیں۔ یہ نظریاتی [طور]

لبریشن فرنٹ کی تقسیم کا باعث بھی بن سکتا ہے ۔ مقبوضہ کشمیر میں لبریشن فرنٹ کے راہنما ۔۔۔ کے چند مضا
" اوپریشن بالاکوٹ " صلاح الدین کشمیری (جو اُن کا اصل نام نہیں ہے) کے نام سے منظر عام پر آئے ہیں
کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نظریات کی بنیاد سید احمد شہید بالاکوٹ کی تحریک جہاد ہے ا
اپنے اس سلسلہ مضامین کے آخر میں مجاہدین کشمیر کے لئے چند ہدایات لکھتے ہیں ۔ پہلی ہدایت کا ایک اقتبا
حسب ذیل ہے ۔

" ہم سب نئے سرے سے قرآنی اُمت بننے کی نیت باندھ لیں ۔ قرآن وحدیث ہی کو اپنی قو
اور سربلندی و تمکن کا مبداء اور منبع قرار دیں ۔ ہم موجودہ گروہ بندی کی روش ترک کرنے پر آمادہ
جائیں امامت اور خلافت کے احیاء کے لئے بے قرار ہو جائیں، ایسی ہمہ گیر ملی اسلامی تنظیم کو معرض وجود
لانے کی سعی کریں جس میں سبھی مذہبی اور سیاسی مسالک اور مکاتب سے وابستہ علماء امراء اور صل
جذب ہو جائیں ۔ ہمارا امیر فقیر بھی ہو اور مجاہد بھی ۔ عابد بھی ہو اور زاہد بھی ، عالم بھی ہو اور معلم
اطاعت امیر کا جذبہ اس قدر راسخ ہو کہ امیر کا مشورہ حکم سمجھ کر قبول ہو ۔ ایسی اسلامی تنظیم اور
پیدا ہو جائے تو قوم کاشمر کا جمود اور جماؤ ختم ہو گا اور غلبہ اسلام اور حصول آزادی کے لئے ہم
اور ٹھوس اقدامات کرنا آسان ہو گا "۔

لبریشن فرنٹ مقبوضہ کشمیر میں آج کل گوریلا سرگرمیوں کی بنا پر شہ سرخیوں کا موجب بنی ہوتی ہے لیکن
اس کا سارا یہ کھیل طفلانہ سا لگتا ہے ۔ مقبوضہ کشمیر میں موجودہ لہر حریت اور کارروائیوں کے مجاہدین میں
سر فہرست نام اعظم انقلابی صاحب اور شبیر شاہ صاحب کا ہے ۔ اعظم انقلابی صاحب کی ان تحریر
سے ان کے نظریات کو سمجھنا مشکل نہیں ہو گا ۔ لبریشن فرنٹ کے نظریات اور محاذ آزادی مقبوضہ کشمیر
نظریات میں سخت تضاد ہے ۔ یہ تضاد لبریشن فرنٹ کو آگے بڑھنے سے روکے گا ۔ مقبوضہ کشمیر ہو یا
کشمیر یا گلگت و بلتستان، سیکولرزم یا اشتراکیت (کمیونزم) کے نظریئے کے حصول کے لئے گردن کٹا
پر تیار نہ ہو گا ۔ اس لئے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی اور حکمت عملی اختیار نہ کی گئی تو موجودہ جدوجہد کو نقـ
پہنچے گا ۔ پاکستان میں حکومت کی تبدیلی نے بھی اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا ہے اور لبریشن فرنٹ کی
صرف آئی ۔ ایس ۔ آئی پر تکیہ کیئے ہوئے تھی اور یہ سہارا کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے ۔ آئی ۔ ایس
نے حکومت کی تبدیلی سے ہاتھ کھینچنا شروع کر دیئے ہیں اور فرنٹ کی قیادت پریشان ہے ۔ مالی لحاظ سے

فرنٹ کو بحران کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ آئی ۔ ایس ۔ آئی کو حکومت کی طرف سے عدم تعاون کے لئے کہہ
دیا گیا ہے تو یقیناً مالی امداد بھی وہ روک دیں گے ۔ اس لئے آزادی پسند گروہوں کو قطعی کسی پہ تکیہ کر کے
نہیں بیٹھ رہنا چاہیئے اور بار ہا یہ تجربہ کر کے پھر دوہرانا غیر معقول بات ہے ۔

آزاد کشمیر میں آزادی پسند گروہوں میں ابھرنے والا تیسرا گروہ کشمیر فریڈم موومنٹ ہے ۔ کشمیر
فریڈم موومنٹ جو ایک مدت کشمیر سٹوڈنٹس فریڈم موومنٹ کے نام سے سرگرم عمل رہی ہے ذرائع ابلاغ
پبلسٹی کے شعبوں سے آنکھ بچا کر منظم ہونے والی یہ تنظیم اپنے نظریات اور تنظیمی مراحل میں دانشمندانہ
انداز سے آگے بڑھی ہے ۔ آزاد کشمیر میں قطعی اسلامی نظریات کو بنیاد بنا کر جہاد کو نصب العین قرار
دے کر منظم ہونیوالی یہ واحد تنظیم ہے ۔ اسلامی نظریات و جہاد کی لگن کی ہی یہ برکت ہے کہ یہ تنظیم کسی
بڑے بحران میں مبتلا ہوئے بغیر فطری بنیادوں پر آگے بڑھ رہی ہے اُس کی قوت میں تیزی سے اضافہ ہو
رہا ہے ۔ موومنٹ کی نظریاتی طاقت دوسرے آزادی پسند گروہوں پر حاوی ہے ۔ حاجی عبدالحمید جو ڈڈیال
ضلع میرپور سے تعلق رکھتے ہیں مقبوضہ کشمیر کے اندر گھس کر موومنٹ کے نظریات و مقاصد سے ایک حلقے کو
آگاہ کر آئے ہیں ۔ موومنٹ جس نے اپنے کام کا آغاز طلبہ سے شروع کیا تھا اپنے نظریاتی نصب العین کا تعین
ان الفاظ میں کیا ہے ۔

" ہماری منزل اسلام کی سربلندی ہے، ہمارا مقصود کشمیر سے غیر اسلامی اقدار حیات کو مٹا کر اسلامی
اصولوں پر کاربند ایک با حیاء معاشرے کا قیام ہے ۔ لیکن کشمیر غلام ہے، مسلم معاشرے میں غلامی دراصل
زوال اسلام کی نشانی سمجھی جاتی ہے جب کہ آزادی انسانیت کی نشو و نما کی دلیل ہوتی ہے اور اسلام
کا مقصود انسانیت کی فلاح ہے اس لئے ہم کشمیر سے لادینیت اور غلامی کے اثرات مٹا کر ایک
اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لانے کا عہد کرتے ہیں "۔

اسے سائنٹفک بنیادوں پہ منظم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں ۔ کشمیر سٹوڈنٹس فریڈم موومنٹ
جس کے صدر ۸۹ ـ ۱۹۸۸ء سیشن کے لئے فیض اللہ خان جو یونیورسٹی کالج آف انجینئرنگ میرپور
میں فائنل ائیر کے طالب علم ہیں ۔ ۸۷ ـ ۱۹۸۶ء کے سیشن میں احمد ایاز میر کے ساتھ مرکزی جنرل
سیکرٹری بھی تھے ۔ اور اس عرصے میں وہ ایک انتہائی فعال اور ٹھوس نظریات و ارادوں کے ساتھ بھرپور
سرگرم عمل ہیں اور اپنی دن رات تگ و دو سے موومنٹ کو نئے موڑ پر لا کھڑا کیا ہے ۔ اسی گروہ کے

تحت قطعی عملی سطح پر اور علمی مقاصد کے لئے "تحریک اساتذہ کشمیر" کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔
کشمیر فریڈم موومنٹ کے مرکزی صدر افسر شاہد ایڈووکیٹ ہیں جو ایک متحرک وجذباتی شخصیت
مصمم ارادوں کے مالک ہیں۔ تنظیمی صلاحیتوں کی بدولت موومنٹ کو منظم کرنے میں کامیابیاں حاصل
کرتے ہیں۔ مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قطعی نوجوانوں کا گروہ ہے جو آزادی اور اسلامی
جمہوریہ کشمیر کے قیام کو غلبہ اسلام کی جدوجہد میں بنیاد قرار دیتا ہے ۔

ان گروھوں کے علاوہ دوسری تنظیمیں بھی ہیں ان میں نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن، اسلامی جمعیت طلبہ اور انجمن طلبہ اسلام شامل ہیں لیکن یہ کسی نہ کسی شکل میں سیاسی جنگ میں بھی الجھ جاتے ہیں : پتلی تماشہ بن جاتے ہیں ۔

جہاں تک مقبوضہ کشمیر کا تعلق ہے وہاں بھی ارتقائی طور پر بعض حالات کو خالصتاً آزادی کی تنظیموں کی تشکیل دینے کا موجب بنے ۔ زیر زمین منظم ہونے کی تمنا ایک حسین خواب کی صورت میں وہاں ہمیشہ سے رہی ہے ۔ کئی بار جذبات سے لبریز نوجوانوں نے بھارتی افواج کی سنگینوں تلے یہ کوشش کیں ۔ مگر وقت کے ساتھ دم توڑ گئیں ۔ مقبول احمد بٹ شہید پہلی بار مقبوضہ کشمیر میں داخل ہوئے تو اس نہج پر لوگوں کو منظم کرنے کی سوچ دیا ۔ اندر ہی اندر یہ سوچ پروان چڑھتا رہا نیشنل لبریشن فرنٹ کا نام وہاں سامنے آتا رہا ۔ شہید حریت کی گرفتاری سے پہلے ایک تنظیم "کشمیر الفتح" بنی غالباً یہ پہلی وسیع تر کوشش تھی اسے پاکستانی ایجنسیوں کی حمایت بھی حاصل ہوگئی تھی اس کے راہنماؤں میں غلام رسول زاہگیر، فضل حق وغیرہ شامل تھے جب ان لوگوں کی گرفتاری ہوگئی تو انٹروگیشن سنٹروں میں اذیت ناک مرحلوں سے گذرنے کے بعد یہ تنظیم قائم نہ رہی سکی اور دو حصوں میں بٹ گئی لیکن آئندہ کی قیادت اسی تنظیم کے تحت منظم ہونے والے ہی کرتے رہے ۔ عبدالحمید دیوانی نے اپنے ۵ ساتھیوں کے ساتھ ۱۹۷۶ء میں بھارتی طیارہ اسی تنظیم کے ایک دھڑے کے تحت اغوا کیا تھا ۔ جسکی قیادت فضل حق کر رہے تھے ۔ محاذ آزادی مقبوضہ کشمیر کے موجودہ صدر اعظم انقلابی بھی اسی تحریک سے وابستگی کی بنا پر جیل میں رہے ۔

مقبوضہ کشمیر میں اس وقت آزادی پسند گروھوں میں محمد اعظم انقلابی کی سرکردگی میں جموں وکشمیر محاذ آزادی، شبیر شاہ اور فاروق رحمانی کی قیادت میں پیپلز لیگ، اسلامک سٹوڈنٹس آرگنائزیشن اور جماعت اسلامی اسلامی جمعیت طلبہ شامل ہیں "الفتح" کی تقسیم کے کچھ عرصہ بعد "عوامی انقلابی محاذ" بنا ۔ جس کے صدر غلام رسول زاہگیر اور جنرل سیکرٹری بشیر احمد بٹ صاحب تھے اس کے علاوہ اسلامک سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کی بنیاد رکھی گئی ۔ محمد اعظم انقلابی آرگنائزر، سید محمد یونس گیلانی جنرل سیکرٹری محمد ایوب ٹھاکر جو اس وقت لندن میں ہیں نائب صدر اور تجمل الاسلام اس کے پبلسٹی سیکرٹری مقرر ہوئے ۔ ارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد ۱۹۷۷ء میں یہ گروہ نئے رنگ و روپ میں سامنے آئے ۔ "عوامی انقلابی محاذ" محاذ آزادی میں تبدیل ہوا ۔ صوفی محمد اکبر صدر اور غلام رسول زاہگیر جنرل سیکرٹری ٹھہرے ۔ غلام رسول زاہگیر جدوجہد سے کنارہ کش ہوئے تو بشیر احمد بٹ صاحب جنرل سیکرٹری بنے جو تاحال اس عہدے پر کام کر رہے ہیں اور ان دنوں جیل میں ہیں ۔ صوفی محمد اکبر صاحب کی وفات کے بعد محاذ آزادی کے موجودہ صدر محمد اعظم انقلابی چنے گئے جو تاحال اسی عہدے پر قائم ہیں اور موجودہ جدوجہد کے نقیب کے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں ۔ بھارتی حکومت نے ان کی زندہ ومردہ دستیابی پر بھاری انعام رکھا ہوا ہے ۔ اسلامک سٹوڈنٹس آرگنائزیشن نے ۱۹۷۷ء میں اسلامی جمعیت طلبہ کا روپ دھار لیا ۔ اور شیخ تجمل الاسلام اس کے ناظم مقرر ہوئے اور ۱۹۸۰ء کے بعد جدوجہد آزادی میں نمایاں ہوئے ۔ جماعت اسلامی کی قیادت سے اختلاف کی بنا پر زیادہ دیر نمایاں نہ ہو سکے اور زیر زمین چلے گئے ۔ تجمل الاسلام بھی تاحال روپوش ہیں ۔ مقبول احمد بٹ صاحب کی ۱۹۸۴ء

میں شہادت کے بعد آزادی کی تڑپ میں مزید شدت پیدا ہوئی ۔ محاذ آزادی زیادہ سرگرم ہوا اور اس کے ساتھ ہی پیپلز لیگ آزادی پسندوں کی تنظیم بھی متحرک ہوگئی ۔ فاروق رحمانی جو ایک میگزین کے ایڈیٹر بھی ہیں اور آزادی کی تلاش کے نام سے ایک کتاب کے مصنف بھی ہیں پیپلز لیگ کے راہنما قرار پائے ۔ ان دنوں جیل میں ہیں اطلاع کے مطابق فاروق رحمانی صاحب اور شبیر شاہ کے درمیانی طریق کار پر بعض اختلافات بھی رونما ہوئے لیکن آزادی کی موجودہ لہر میں جو نام پہلی دفعہ تیزی سے سامنے آیا ہے ۔ وہ پیپلز لیگ کے شبیر شاہ کا نام ہے جو اب بھارتیوں کے لیے دہشت کا ایک نشان بن گیا ہے ۔ محاذ آزادی اور پیپلز لیگ کی مشترکہ مساعی نے کشمیریوں کو جدوجہد کے نئے موڑ پر لاکھڑا کیا ہے ۔ اعظم انقلابی، شبیر شاہ کے علاوہ اشفاق مجید، جاوید احمد میر، حمید شیخ اور یاسین کے سروں کی قیمت ۴۰، ۴۰ ہزار مقرر ہو چکی ہے تیسرے نمبر پر جماعت اسلامی ان گروہوں کی حمایت کر رہی ہے

جدوجہد آزادی میں بنیادی نظریہ اسلام ہی کیوں ہو ؟

ہمارا مقصود انقلاب محمدؐ ہی کیوں ہو ؟

آنے والے وقتوں میں کیا اسلامی نظریہ ہی سربلند ہوگا

یہ صدی انقلابات کی صدی ہے ۔ انسانی آزادی کی جدوجہد کی صدی ہے ۔ انسانی جدوجہد نے ہمیشہ کمال حاصل کیا ہے اور یہ جدوجہد اب پھر کمال کی جانب گامزن ہے ۔ بیسویں صدی سے پہلے دنیا کا سارا سیاسی نقشہ کچھ اور تھا ۔ بیسویں صدی میں یہ سیاسی نقشہ بالکل تبدیل ہو کر رہ گیا ہے ۔ دنیا کے اس سیاسی نقشے کی تبدیلی میں دنیا کی تمام اقوام کے افراد نے بھرپور حصہ لیا ہے ۔ تبدیلی کے لئے یہ جدوجہد ابھی جاری ہے ۔ دنیا کی کئی اقوام آزادی سے ہمکنار ہو کر ایک باوقار قوم کی حیثیت سے زندہ ہیں اور کئی اس جدوجہد میں مصروف ہیں ۔

اس صدی میں برپا ہونے والے کئی انقلابات ہیں جنہوں نے دنیا کے سیاسی نقشے کا رخ بدلا ان میں ۱۹۱۷ء کا روسی انقلاب، ۱۹۴۹ء کا ماؤ کی قیادت میں عوامی جدوجہد کا ثمر چینی انقلاب اور ۱۹۷۹ء میں سحر انگیز شخصیت امام خمینی کی قیادت میں انقلاب ایران ۔ یہ وہ تین اہم انقلابات ہیں جن کے اثرات دنیا پر گہرے مرتب ہوئے ہیں حالانکہ یہ تینوں انقلاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہیں اس کے علاوہ دنیا کے کئی ممالک استعماری غلبے کے خلاف صبر آزما جدوجہد کے بعد حصول آزادی میں کامیاب

ہوئے ان ممالک کی جدوجہد، قربانیاں بے مثال ہیں لیکن ان کی کامیابیاں انقلاب انگیز نہ تھیں۔ دنیا کے مختلف خطوں میں انسانی عظمت اور آزادی کے لئے جدوجہد کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ استعماری قوتوں کے خلاف انقلابی قوتیں برسرپیکار ہیں۔ حق پرست باطل پرستوں کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ ان حق پرستوں میں فلسطینی، افریقی، افغانی اور کشمیری شامل ہیں۔ ان علاقوں میں جدوجہد کے خدوخال کیا ہیں؟ اور انقلاب کی کامیابی کے امکانات کتنے ہیں؟ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس صدی میں دنیا پر گہرے اثرات مرتب کرنے والے ان تین انقلابات کا جائزہ لیا جائے جن کا تذکرہ شروع میں ہوا ہے۔

روس میں ۱۹۱۷ء، چین میں ۱۹۴۹ء اور ایران میں ۱۹۷۹ء کا انقلاب اپنی نوعیت، ہیئت اور طریق کار میں مختلف ہیں لیکن ان کی جدوجہد کا رخ انسانی عظمت کی طرف ہے البتہ روسی انقلاب مذہب بیزار فکر پر مبنی تھا۔ چینی انقلاب مذہب بیزار فکر پر استوار تو نہ تھا مگر مذہب کی کوئی اہمیت بھی نہ تھی جبکہ ایرانی انقلاب کی بنیاد ہی مذہبی فکر پر ہے۔ روسی انقلاب کے مذہب بیزار ہونے کا ایک سبب تھا کیونکہ روس کی انقلاب سے جو صورتحال پیدا ہوئی تھی وہ صورت حال ایسے راہنماؤں کے دور میں ہوئی تھی جو مذہب کے نام پر راہنما بنے تھے۔ گویا مذہب کے نام پر انسانی استحصال عروج پر پہنچ گیا تھا۔ انسانی مسائل اتنے گھمبیر ہو گئے تھے کہ حکمران بے بس تھے۔ اس کے علاوہ عیسائی عالموں نے انقلابی جدوجہد کی مخالفت کی تھی جبکہ چین میں صورتحال مختلف تھی اس لئے مذہب کے خلاف جو شدید نفرت روسیوں میں پیدا ہوئی تھی وہ چینیوں میں نہ تھی جبکہ ایران میں انقلابی جدوجہد کی بنیاد مذہب پر ہے اور وہ شاہ ایران کے غیر مذہبی افعال و کردار اور قومی سطح پر غیر مذہبی یا دوسرے لفظوں میں مغربی فکر کی ترویج و اجراء کے خلاف ہے۔ گویا ایرانی انقلاب نے ان دو انقلابات کے کئی فکری رویوں کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ روسی انقلاب کی بنیاد مذہب بے زار تو تھی ہی مگر اس کی آئندہ جدوجہد مذہب دشمنی اختیار کر گئی اور مذہب کے بارے میں یہ پُراعتماد پروپیگنڈا ساری دنیا میں کیا گیا کہ مذہبوں کا دور گزر گیا ہے اور یہ کہ مذہب عملی دنیا میں اب بے جان اور ناکارہ ہو چکے ہیں۔ انقلاب ایران نے اس مفروضے کو غلط ثابت کر دیا ہے اور روس میں مذہب کی طرف دوبارہ رجوع بھی ان کی مذہب بے زار فکر کے کھوکھلے پن کا اظہار ہے۔ ایرانی انقلاب نے نہ صرف روسی مفروضوں کو غلط ثابت کیا ہے بلکہ یورپ کے سرمایہ دارانہ نظام کی فریب پرور فکر "سیکولرازم" کی قلعی بھی کھول دی ہے جو مذہب کو ایک معمولی عنصر قرار

دے کر نجی زندگی تک محدود کر بیٹھتا تھا۔

روس و چین کے انقلابات میں سوشلسٹ انقلاب ہونے کے باوجود فرق تھا۔ گو روس نے چین کے سوشلسٹ عناصر کی بھرپور امداد کی اور امریکہ نے چن کائے شیک کی امداد کی تھی۔ روسیوں کی جدوجہد زار روس کے خلاف تھی جبکہ چین میں ۱۹۱۲ء میں بادشاہت کے خاتمے کے ردعمل میں چن کائے شیک کی آمریت کے خلاف تھی اس لئے سیاسی جدوجہد کا طریق کار روس و ایران سے مختلف رہا۔ چین کا انقلاب ماؤزے تنگ کی قیادت میں مسلح جدوجہد کے ذریعے عمل میں لایا گیا جبکہ یہ بات روس و ایران کے انقلابات میں نہیں تھی۔ مسلح جدوجہد روس اور ایران کے انقلابات میں ایک عنصر کی حیثیت سے کسی نہ کسی موقع پر ضرور ہوتی رہی ہے لیکن چین کی طرح انقلاب کا سارا تانا بانا مسلح جدوجہد پر استوار نہیں تھا۔

روس و ایران کے انقلابات میں طریق جدوجہد انقلاب میں مماثلت پائی جاتی ہے یعنی لینن اور امام خمینی دو فکری راہنما کے طور پر معروف ہیں گوریلا لیڈر کے طور پر نہیں۔ دونوں نے اپنی فکر (سوشلسٹ اور اسلام) کی بنیاد پر تحریک منظم کی۔ دونوں جلاوطن رہے۔ لینن سوئٹزرلینڈ میں جلاوطن رہ کر انقلابی تحریک کی قیادت کرتا رہا اور امام خمینی پہلے عراق اور پھر فرانس میں بیٹھ کر تحریک کی قیادت کرتے رہے۔ روس میں مارکسی فکر کی بنیاد پر لوگوں کی تربیت کی گئی اور ایران میں اسلامی تعلیمات کے تحت تربیت کی گئی۔ اخبارات و پمفلٹ کا طریق کار بھی ایک جیسا رہا۔ ۱۹۰۵ء میں اسکوائر کی طرف جان گیپون کی قیادت میں مزدوروں کے جلوس پر فوجی فائرنگ کی ہلاکت نے کمیونسٹ تحریک میں ایک نیا ہیجان پیدا کر دیا تو ایران میں شاہ کی فوجوں نے ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۹ء تک کئی بار عوام کو گولیوں سے چھلنی کیا۔ گویا ان انقلابات کے ارتقائی منازل میں سیاسی جدوجہد کا عنصر غالب رہا۔

روس کے سوشلسٹ انقلاب نے سیاسیات عالم میں طاقت کے توازن کو بدلا اور دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہو گئی۔ چینی انقلاب نے ان دو بلاکوں کی ریشہ دوانیوں کو متوازن کیا اور دنیا تیسرے طاقت ور ملک کی حیثیت سے چین کو دیکھنے لگی اور اب انقلاب ایران نے سیاسیات عالم کی بساط پلیٹ دی ہے۔

یہاں تک ہم نے ان انقلابات کا تجزیہ کیا ہے جنہوں نے عالم کے منظر پر گہرے نقوش

چھوڑے ۔ اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان قوموں کی جدوجہد کا مختصر سا جائزہ لیا جائے جو حصولِ آزادی و انقلاب کے لئے برسرِ پیکار ہیں یعنی فلسطینی ، افریقی ، افغانی اور کشمیری ۔ جہاں تک فلسطین کی تحریکِ آزادی کا تعلق ہے اس بحث سے قطع نظر کہ وہ اسرائیل کو نیست و نابود کرنے کے منصوبے پر کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں ، یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ فلسطینیوں نے یاسر عرفات کی قیادت میں مسلح جدوجہد کو ایک نئی جہت دی ۔ دہشت گردوں کی اصطلاح کا سب سے زیادہ استعمال فلسطینیوں کے لئے ہوا ہے ، فلسطینیوں کی جدوجہد کی بنیاد ہی مسلح جدوجہد پر رکھی گئی اور مسلح کارروائیوں سے فلسطینیوں نے دنیا کے کئی ممالک کے اپنے بارے میں نظریات تبدیل کرائے ہیں ۔ دنیا کے کئی بین الاقوامی قوانین کی ازسرِ نو تدوین و ترتیب کرنی پڑی ۔ فلسطینیوں نے اپنے معروضی حالات کی مناسبت سے تحریکی جدوجہد کی ہے ۔ شروع میں وہاں فکر کو بنیادی اہمیت حاصل نہ تھی ۔ رفتہ رفتہ تربیتی خامیوں کے آشکارا ہونے پر فکر کی ضرورت محسوس کی جانے لگی اور اب کئی گروہ بنیادی ٹھوس فکر کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور یہی بات فلسطینی گروہوں کے درمیان وجہ تنازعہ اور جھگڑا بھی بن رہی ہے ۔ اس کے علاوہ فلسطینی راہنماؤں نے حکمت عملی بھی تبدیل کی ہے ، اب گوریلا کارروائیوں کی رفتار سست کر کے مقبوضہ فلسطین کے لوگوں کو اسرائیل کے اندر احتجاج و پُرتشدد مظاہروں کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ بڑی اہم تبدیلی ہے ۔ فلسطین کی تنظیم آزادی پر شروع میں کسی مذہبی یا غیر مذہبی فکر کے اثرات معمولی تھے اب یہ اثرات گہرے اور فیصلہ کن ہوتے جا رہے ہیں ۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب فلسطینی تحریک مکمل طور پر کمیونسٹ بنیادوں پر استوار نظر آنے لگی تھی لیکن یہ معاملہ آگے نہ بڑھ سکا اور اب اسلامی فکر تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے مقبوضہ فلسطین میں حالیہ مظاہرے یاسر عرفات کی اپیل پر نہیں بلکہ مفتی فلسطین کی اپیل پر شروع ہوئے ہیں اور فلسطینی تحریک کی قیادت دوبارہ مذہبی راہنماؤں کے ہاتھوں میں آ رہی ہے اور یہ تحریکی حکمت عملی کی تبدیلی کا بھی مظہر ہے ۔ اب مسلح جدوجہد کے ساتھ سیاسی جدوجہد بھی شروع کر دی گئی ہے ۔

جہاں تک افریقیوں کا تعلق ہے نسلی برتری کے خلاف اُن کی جدوجہد بھی اب دنیا کا مشترکہ نعرہ بن چکا ہے ۔ افریقیوں کی یہ جدوجہد زیادہ تر سیاسی ہے ۔ مسلح جدوجہد کا عنصر بہت کم ہے مظاہرے ۔ تابیں دو اہم ہتھیار ہیں لیکن اب رجحان مسلح جدوجہد کی طرف بڑھ رہا ہے اُن کے معروضی

حالات بھی صرف سیاسی جدوجہد پر اکتفا کرنے کی اجازت نہیں دیتے یہ جدوجہد چونکہ نسلی برتری کے خلاف ہے اور قطعی انسانی بنیاد پر ہے اس لئے یہاں مذہبی عنصر زیادہ اہمیت نہیں رکھتا ۔

افغانیوں کی جدوجہد اس صدی کا ایک عظیم واقعہ ہے کمیونسٹ انقلاب کے بعد روس کے بارے میں جو تاثر ابھر آدہ خاصا خوفناک رہا ہے اور یہ سبق تجربات سے حاصل کیا جا چکا تھا کہ روس جہاں ایک بار گھس جاتا ہے واپس نہیں لوٹتا مگر افغانیوں کی جدوجہد نے یہ معجزہ بھی کر دکھایا ہے ۔ بین الاقوامی مدد و تعاون اور پاکستان کے جذبۂ قربانی کے سبب افغانوں نے اس صدی کا ایک معرکہ فتح کیا ہے اہم بات جو افغانیوں کی جدوجہد کا نکتہ راز ہے اور دنیا کے لئے باعثِ حیرت ۔ وہ اسلام کو اوّل و آخر بنیاد بنا لینا ہے ۔ افغانیوں کے سارے گروہوں کی بنیاد اسلامی فکر و نظریات پر مبنی ہے ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد افغانوں کی مبنی بر اسلام جدوجہد کا فتح سے ہمکنار ہونا ایک نئی تبدیلی کی طرف اشارہ ہے ۔

جدوجہد میں مصروف قوموں میں سے آخر پر ہم کشمیریوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو اس مضمون کا محرک ہے ۔ کشمیریوں کی جدوجہد اب کے بار ۴۲ سالوں پر محیط ہے ۔ کشمیریوں کی جدوجہد تاحال فیصلہ کن دور میں داخل ہی نہیں ہوئی بلکہ ابھی یہ بین الاقوامی اہمیت ہی اختیار نہیں کر سکی اور جدید دور میں اگر کوئی جدوجہد بین الاقوامی اہمیت اختیار نہ کرے تو وہ قوم دنیا کی اخلاقی و مالی امداد کی مستحق قرار نہیں پاتی ۔ اندرونِ ملک جدوجہد سیاسی محاذ پر بھی رہی ہے اور مسلح جدوجہد کے لئے بھی کوششیں ہوئی ہیں اب مسلح جدوجہد کے لئے رُجحان میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ افغانوں کی مسلح جدوجہد کا بھی اس علاقے پر گہرا اثر مرتب ہو رہا ہے ۔ یہاں جس قدر بھی جدوجہد ہوئی ہے مذہبی فکر کی بنیاد پر ہوئی ہے اور بقول عبدالحمید دیواتی ہائی جیکر فوکر ۲۷ انڈین ایئر لائنز جب وہ لاہور ہوائی اڈے پر اُترے تو گفت و شنید کے کئی مراحل طے کرنے کے بعد پاکستانی حکام نے قرآن کھول کر سامنے رکھا اور پھر اُسے اٹھا کر عہد کیا کہ وہ ہائی جیکروں کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے ۔ بقول عبدالحمید دیوانی گوریلا جنگ کے سارے اصول و قوانین میں نے پس پشت ڈال دیئے اور قرآن پر عہد ہونے کی وجہ سے میں نے طیارے کا کنٹرول چھوڑ دیا ۔ مگر قرآن پر عہد کرنے والوں نے اس عہد کو بُری طرح مجروح کیا ۔ اس مثال کو لکھنے کا مدعا اس بات کا اظہار مقصود تھا کہ کشمیر میں کم و بیش جو جدوجہد ہوتی ہے اُس کی

بنیاد اسلام ہے۔

انقلابات اور مصروف جدوجہد قوتوں کے تجزیئے کا بنیادی مقصد چند نتائج اخذ کرنا ہے، ان نتائج کا تعلق مستقبل کی فکری دنیا سے ہے۔ آنیوالی دنیا پر جس فکر کا غلبہ ہوگا وہ مذہبی فکر ہوگی۔ اور مذہب میں سے مذہب اسلام ہوگا۔ میرے اس دعوے کی بنیاد وہ اسباب و علل ہیں جن کا تذکرہ میں نے پچھلے صفحات میں کیا ہے۔ بیسویں صدی کے آخری عشرے سے پہلے جو دو عظیم واقعات ہوئے ہیں اُن کے پیچھے مذہبی جوش و خروش پایا گیا ہے۔ ایرانی انقلاب کی اہمیت کو عالم نے تسلیم کیا ہے اور اس کی پشت پر اسلامی جذبے سے سرشار لوگ شامل تھے۔ دوسرا عظیم واقعہ افغانوں کی جدوجہد ہے جنھوں نے روسی افواج کو شکست فاش دیکر تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ افغانوں کی ساری تنظیموں کے سربراہ عالم ہیں جبکہ فلسطینیوں کی سیاسی جدوجہد کو تقویت عالم دین یعنی مفتی فلسطین کے فتوے سے حاصل ہو رہی ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں مصروف جدوجہد نوجوان اسلامی جذبے و قربانی سے سرشار ہیں اور زیادہ تر مذہبی فکر کی تنظیموں سے وابستہ ہے۔

اور سب سے اہم بات کہ جن دو ممالک میں غیر مذہبی فکر کی بنیاد پر انقلاب برپا کئے گئے تھے اُن کی فکر میں دراڑیں پڑ گئی ہیں اور ان ممالک کے راہنماؤں نے اس خامی کو تسلیم کر لیا ہے۔ روس کے راہنما گوربا چوف نے نئی اصلاحات نافذ کر کے مارکسی و لینن فکر کی اہمیت کو ختم کر دیا ہے۔ مذہب کے بارے میں سخت رویے میں نرمی آئی ہے یہی صورت چین میں بھی برپا ہوئی ہے۔ سیاسی سطح پر دونوں ملکوں نے اپنے بنیادی نظریئے پر نظرثانی کی ہے اور یہ تسلیم کیا ہے کہ اس نظام کی بنیادی فکر انسانی سوچ تھی۔ جو اس سے زیادہ زمانے کا ساتھ دینے سے قاصر تھی۔

میرے دعوے کی تیسری بنیاد وہ رجحان ہے۔ جو ساری دنیا میں مذہب کی طرف پیدا ہو رہا ہے اور مذہب اسلام کو مستقبل کے فکری رویوں کی بنیاد قرار دینے کا میرا دعویٰ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ الہامی مذاہب میں سے صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے۔ جو باقی ہے، جو مکمل ہے، جو زمانے کے تغیر سے متصادم نہیں ہے، جو انسانی ضرورتوں کا کفیل ہے ان نکات کی وضاحت کے لئے تفصیل درکار ہے جس کا یہاں موقع نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہنا ضروری ہے کہ سلسلہ مذاہب میں سے مذہب اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر اپنے بندے اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعے لوگوں کی ہدایت کے

لئے بھیجا۔ ہدایت قرآن حکیم کی صورت میں ایک زندہ معجزے کی شکل میں محفوظ ہے۔ سارے عالم نے محمدؐ کو غیر معمولی شخصیت اور کارناموں کے لحاظ سے لاثانی قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم کے محفوظ ہونے پر سب متفق ہیں شارع قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث پاک کے علم پر دنیا کا کوئی محقق اعتراض نہ کر سکا اس لحاظ سے یہ باقی ہے اور مکمل اس لئے ہے کہ یہ وحی ہے انسانی فکر نہیں۔ انسانی فکر مکمل نہیں ہوتی جس طرح مارکس و لینن و ماؤ کے فکر و نظریات دم توڑ گئے کیونکہ یہ انسانی تجربات و مشاہدات ہی پر مبنی فکر تھی۔ الہامی فکر کے پرتو اس میں شامل نہ تھا۔ پھر اسلام اصول فراہم کرتا ہے جذبات کے تعین کے لئے اپنے پیروکاروں کی صلاحیتوں پر انحصار کرتا ہے۔ انسان کی دنیاوی و اُخروی ضرورتوں کی نہ صرف نشاندھی کرتا ہے بلکہ اس کے حصول کے لئے لائحہ عمل بھی فراہم کرتا ہے۔ دنیا میں موجود تمام فکری نظریات کا محور انسان کی صرف مادی دنیا اور زندگی ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جو انسان کی مادی ضرورتوں کے علاوہ اس کی اُخروی و روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

کشمیر کے حوالے سے مصروف جدوجہد گروہوں کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ

- جدوجہد کسی عارضی اصول پر کارفرما نہ ہو اور جدوجہد کے لئے جس نظریئے کا تعین کیا ہوا ہے اُس نظریئے کا عالم میں مقام کیا ہے۔ اگر وہ نظریہ اسلام ہے تو دنیا و کشمیر کے معروضی حالات میں صحیح فیصلہ ہے بصورت دیگر اس پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔
- آزادی کیلئے جدوجہد میں مسلح جدوجہد بنیادی اہمیت اختیار کر چکی ہے اس لئے ہماری کوششوں کا مقصد مسلح جدوجہد کو ایسے خطوط پر منظم کیا جائے جو نتائج دے سکیں۔
- حصولِ آزادی کے لئے مسلح جدوجہد کا طریق کار اُس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کر سکتا جب تک ہم اپنی جدوجہد کو بین الاقوامی منظر تک نہ پہنچا سکیں۔
- انقلابات عالم کے تناظر میں آزادی کی وہی جدوجہد ثمر آور ہوتی ہے جو ایک مکمل انقلاب کے تصور کے حوالے سے ہو اور جس کے ٹھوس فکری و عملی رویئے ہوں۔
- مسلح جدوجہد بنیاد سہی مگر دوسرے پہلو بھی جدوجہد میں زبردست اہمیت کے حامل ہوتے ہیں ان کو بھی اجاگر کیا جانا ضروری ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

مراحلِ شوق

جناب اعظم انقلابی صاحب آزادی کے پروانے ، مقبول بٹ شہید کے شیدائی اور انقلاب اسلامی کے پُرزور علمبردار ہیں ۔ اکتالیس سالہ انقلابی صاحب کی زندگی انقلاب انگیز ہے ۔ کشمیر کی افسانوی داستانوں کی حامل حقیقی جنت نظیر وادی کے معروف مرکز سرینگر میں ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوئے ۔ والد محترم سرکار کے ملازم بحیثیت فارسٹ رینجر تھے ۔ حلال وحرام کی پاسداری کا خیال رکھتے تھے اسی لئے انقلابی صاحب کی پرورش میں وہ نقوش پلئے جلتے ہیں ابتدائی تعلیم سرینگر کے مختلف اداروں میں پائی ۔ ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ نے کشمیر کے حالات پر گہرا اثر ڈالا ۔ کشمیریوں نے محسوس کیا تھا کہ اب کی بار غلامی کی زنجیریں ٹوٹ جائیں گی انہی حالات میں انقلابی صاحب نے بھی طلبہ تحریک میں پرجوش حصہ لیا ۔ ادھر معاہدہ تاشقند ہوا اور کشمیریوں کی امیدوں پر اوس پڑ گئی ۔ انقلابی صاحب بمعہ ساتھیوں کے گرفتار ہوئے ۔ اڑھائی ماہ کی نظربندی کے بعد رہائی ملی ۔ جیل میں اُن کی ملاقات الفتح تحریک کے غلام رسول زہگیر اور فضل الحق قریشی سے ہوئی ۔ جذبہ آزادی کو مایوسیوں کا شکار نہ ہونے دیا اور ۱۹۶۷ء میں مسلم لبریشن فرنٹ زیرزمین تنظیم قائم کی اس کے لئے ایک سال کام کیا ۔ بی ایس سی اسی سال فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور براستہ چھمب پاکستان آنے کی کوشش کی مگر گرفتار ہو گئے اور سرحد عبور نہ کر سکے ۔ رہائی کے ۔۔۔ بعد مارچ ۱۹۶۹ء میں راجوری کی طرف سے دوبارہ سرحد عبور کرنے میں کامیاب ہوئے اور اپنے ساتھی مقبول گنائی صاحب کے ہمراہ U . I . F کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ۔ کشمیریوں کی امداد کے لئے آنے والے کو ٹھی انٹروگیشن سنٹر میں پہنچ گئے پھر مظفر آباد جیل میں مقید رہے ۔ واپسی کی ایک کوشش بھی کی گئی مگر یہ لوگ واپس آگئے اور سردار عبدالقیوم سے ملاقات کی ۔ انہوں نے دوبارہ C . I . D کے سپرد کیا جنہوں نے جیل میں ڈال کر پھر تشدد کیا ۔ بالآخر مصطفٰے علوی صاحب ، شہید مقبول احمد بٹ صاحب ، امان اللہ خان صاحب ، یوسف ندگر صاحب اور دیگر دوستوں کی مدد سے رہائی ملی ۔ بعد میں عدالت عالیہ سے باعزت بری کر دیا گیا ۔ اور

ذرائع شماری کے کنونشن منعقدہ نومبر ۱۹۶۹ء مظفر آباد میں شرکت کی ۔ یہیں شہید حریت مقبول احمد بٹ صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی اور سات ماہ اُن کے ساتھ گزارے ۔

مئی ۱۹۷۰ء میں واپس مقبوضہ کشمیر میں داخل ہو گئے ۔ دو مزید ساتھیوں سمیت سرحدی فوج B.S.F کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ، ایک ماہ میں مختلف انٹروگیشن سنٹروں میں چکر کے بعد رہا کر دیا گیا ۔ ڈیڑھ ماہ بعد پھر گرفتاری ہو گئی اور تقریباً اتنا ہی عرصہ پھر زیر تفتیش رہے ۔ I.B والے انٹروگیشن کرتے رہے پھر رہا اور گرفتار ہوئے ۔ گرفتاری اور رہائی کی اس آنکھ مچولی کے ساتھ ۱۹۷۰ء کے اواخر میں بسلسلہ "الفتح تحریک" گرفتار کر لئے گئے اس تحریک کے رہنما غلام رسول زاہگیر تھے اور یہ وہی تنظیم تھی جس کے تحت ۱۹۷۶ء میں کشمیر کے ۵ مجاہدین نے عبدالحمید دیوانی کی کمان کے تحت انڈین بوئنگ ۷۳۷ ، نئی دہلی ائیر پورٹ سے انتہائی دلیری اور ڈرامائی انداز میں اغوا کر لیا تھا ۔ انقلابی صاحب اب کی بار انٹروگیشن سنٹر Red - 16 میں پورے تین ماہ رکھے گئے ۔ بہیمانہ تشدد کے بعد جموں جیل منتقل کر دیا گیا ۔ چند ماہ بعد وہاں سے سری نگر جیل اور پھر تقریباً ایک سال کی نظربندی کے بعد رہا کر دیا گیا ۔ بھارتی خفیہ اداروں اور افواج کے زیر انتظام ۔۔۔ اذیت تشدد کے بہیمانہ سلوک کے لئے انٹروگیشن مراکز ۔۔۔ اس مرد حر کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکے حق پرستی کے جذبوں نے انقلابی صاحب کے نرم و نازک جسم میں مزاحمت کی بے پناہ قوت ودیعت کر دی لیکن اس اثناء میں ایک عظیم سانحہ رونما ہوتا ہے ۔ یہ ۱۹۷۱ء میں سقوطِ ڈھاکہ تھا جس کا دوسرا مطلب ایک عظیم مسلم مملکت کا دولخت ہونا تھا ۔ اس سانحۂ عظیم پر سوائے اہل پاکستان کے ساری مسلم دنیا نے رنج و غم محسوس کیا مگر جو کچھ کشمیریوں پر بیتی اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا ۔ اسی سے اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے کہ حریت کشمیر کا یہ جری سپاہی اس صدمہ عظیم کی وجہ سے ایک سال تک جدوجہد سے کنارہ کش رہا ۔

حریت کشمیر کا یہ سپاہی اس سال میں درویشوں اور اللہ لوگ حضرات کی محفلوں میں عارفانہ کلام سے مستفیض ہوتا ہے لیکن حریت و آزادیٔ وطن کی سینے میں سلگتی ہوئی آگ نے زیادہ دیر جدوجہد سے دور نہ رہنے دیا ۔ نئے حالات کی روشنی میں آگے بڑھنے کی اُمنگ نے کروٹیں لینی شروع کر دیں ۔ اس اثنا میں جماعت اسلامی کی درس گاہوں اور کچھ عرصہ سرکاری مدارس میں بھی بحیثیت معلّم اپنے فرائض سرانجام دیئے سرکاری نوکری سے نکالا گیا کیونکہ بچوں کو درس آزادی دینے کا جرم ثابت ہوتا تھا ۔ سرکاری ملازمت سے سبکدوشی کے بعد انقلابی صاحب نے عملی طور پر کچھ کرنے کی راہوں کا انتخاب کیا ۔ ان کا کہنا ہے کہ جماعت اسلامی

کی درس گاہوں اور سرکاری مدارس میں طلباء کے ساتھ قریبی رابطے نے میرے لئے بہتر مواقع پیدا کئے۔ چنانچہ وہ تنظیمی لائحۂ عمل اپنانے کی طرف مائل ہوئے۔ اس سلسلے میں ان کی پہلی کوشش "سٹوڈنٹس اسلامک آرگنائزیشن" کا قیام تھا۔ انقلابی صاحب اس کے آرگنائزر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر ایوب ٹھوکر اس کے نائب صدر، سید یونس گیلانی جنرل سیکرٹری اور شیخ تجمل الاسلام اس کے پبلسٹی سیکرٹری مقرر ہوئے۔

دوسری کوشش "عوامی انقلابی محاذ" کا قیام تھا۔ غلام رسول زاہگیر اس کے صدر اور بشیر احمد بٹ (جو اس وقت محاذ آزادی کے سیکرٹری جنرل ہیں) جنرل سیکرٹری بنے۔ ۱۹۷۰ء میں عوامی انقلابی محاذ نے "محاذ آزادی" کا روپ دھار لیا۔ غلام رسول زاہگیر آزادی کی اس جدوجہد سے الگ ہونے پر مجبور ہوئے بشیر احمد بٹ صاحب جنرل سیکرٹری اور صوفی محمد اکبر اس کے صدر قرار پائے۔

تیسری کوشش "پیپلز لیگ" کا قیام تھا۔ یہ ابتداء میں چند نوجوانوں کا فورم تھا۔ "سٹوڈنٹس اسلامک آرگنائزیشن" اور عوامی انقلابی محاذ کی علیحدگی کے بعد اس فورم نے "پیپلز لیگ" کے نام سے تنظیمی شکل اختیار کی۔ انقلابی صاحب کا کہنا ہے کہ ۱۹۷۰ء تک وہ "سٹوڈنٹس اسلامک آرگنائزیشن" کے آرگنائزر رہے پھر حالات نے اسے "اسلامی جمعیت طلباء" کے نام پر کام کرنے پر مجبور کیا۔ شیخ تجمل الاسلام اس کے ناظم قرار پائے۔

پاکستان سے عشق کی حد تک محبت رکھنے والا "اعظم انقلابی" بھارتی افواج کی سنگینوں کے سائے تلے ایک بار پھر ۱۹۰۶ء کی یاد تازہ کرتا ہے اور کشمیر کے اندر ایک اور "مسلم لیگ" کا اعلان کرتا ہے۔ "کشمیر چھوڑ دو" تحریک میں گرفتاری ہوئی۔ بالآخر حکومت کو رہا کرنا پڑا۔ آزادی کا یہ متوالا باز آنے والا نہ تھا امداد واعانت کی خاطر اپنے کعبۂ ثانی "پاکستان" کی طرف مراجعت کی۔ ۱۹ جولائی ۱۹۸۳ء کو کمن کوٹ کے راستے چکوٹھی مظفر آباد پہنچنے میں کامیابی حاصل کی۔ پاکستان کے اس شیدائی اور آزادی کے اس علمبردار کو پندرہ دن چناری میں روکے رکھا گیا۔ پاک فوج کے ایک میجر گفتگو کرتے رہے۔ پندرہ دن کے بعد وہیں سے واپس لوٹا دیا گیا۔ پاکستان کے اس شیدائی کے لئے یہ غیر متوقع صورتحال تھی اس کے ردعمل نے نئی راہوں کے تعین کا سبق دیا۔ چنانچہ وادی میں واپسی کے بعد مسلم لیگ کو "محاذ آزادی" میں مدغم کرنے کا اعلان کر دیا۔ صوفی محمد اکبر صدر محاذ آزادی اور انقلابی صاحب نے مشترکہ طور پر پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ طویل جمود اور پاکستان کے حالات نے ہمیں نئی راہوں کے تعین پر مجبور کر دیا ہے اور اعلان کیا کہ کشمیر کی آزادی کا واحد حل

وخود مختار" کشمیر ہے۔ اور ساتھ مقبول احمد بٹ کی رہائی کے لئے تحریک کا اعلان کیا۔ نومبر ۱۹۸۳ء انقلابی صاحب P.S.A کے تحت پھر گرفتار کر لئے گئے۔ سرینگر جیل میں ایک سال نظر بند رہے۔ ابھی رہائی ہوئی ہی تھی کہ دسمبر ۱۹۸۴ء میں پھر گرفتاری ہو گئی۔ رہائی اور گرفتاری کا یہ سلسلہ پھر طویل ہوتا گیا، ۷ فروری میں گرفتاری ہوئی تو ۱۴ ماہ بعد رہائی ملی۔ اپریل ۱۹۸۶ء میں رہائی ملی تو ایک سال بعد فروری ۱۹۸۷ء گرفتاری ہوئی۔ دس ماہ کے بعد دسمبر میں رہائی ہوئی۔ صوفی محمد اکبر صاحب کی وفات کے بعد محاذ آزادی کے منتخب کر لئے گئے۔ اگست ۱۹۸۸ء میں سرحد عبور کر کے پاکستان و آزاد کشمیر آ گئے تاکہ مجاہدین کشمیر کے امداد حاصل کر سکیں۔ وہ کس حد تک کامیاب ہوئے کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ کچھ زیادہ مطمئن نہ تھے۔ یہاں پر نے آزاد کشمیر کی سیاسی جماعتوں اور آزادی پسند تنظیموں کے راہنماؤں سے ملاقات کر کے حالات جاننے کوشش کی۔ قیام کے دوران وہ لبریشن فرنٹ، مسلم کانفرنس، جماعت اسلامی اور کشمیر فریڈم موومنٹ کے راہنماؤں سے ملے۔ اس کے علاوہ افغانستان کا بھی دورہ کیا جس کی تفصیل انہوں نے ایک مضمون میں دی کتاب میں شامل ہے۔

مرتب

محمد عارف خان

اوپریشن بالاکوٹ

اوپریشن بالاکوٹ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

اور کہہ دیجیے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل تو مٹنے ہی والا ہے

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائیوں نے حق کو مغلوب ہوتے دیکھا تو انہوں نے حفاظتِ حق اور استیصالِ باطل کے لیے جان و مال کی فقید المثال قربانیاں پیش کیں۔ مسلمان بہت کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن جب اس کے فطری وجدانی جذباتِ حق خطرے میں پڑتے ہیں تو وہ مرنے مٹنے کے عزائم کے ساتھ میدان کارزار میں کودنے پر کمربستہ ہوتا ہے۔ اللہ کی الوہیت اور ربوبیت کا قائل مسلمان معرفتِ الٰہی کے تعلق سے مجنون اور مجذوب بنتے تو اصل کے سبھی فانی جذبات مٹ جاتے ہیں اور صرف ایک ہی آرزو باقی رہتی ہے وہ یہ کہ حق غالب آجائے۔ توحید کا نور پھیلے، زمین پر حکومتِ الٰہی قائم ہو جائے اور باطل پرستی کی ایک ایک علامت رخصت ہو جائے۔ نامساعد حالات میں دفاعِ حق کا کام سرانجام دینے والے مجاہدین اصحابِ عزیمت کہلائے جاتے ہیں۔ اصحابِ عزیمت کے لیے اصحاب رخصت سے تعلق جتانا بھی کم از معصیت نہیں۔ مجاہدینِ مسلکِ عزیمت سختیٔ منزل کو سامانِ سفر سمجھتے ہیں۔ اُن کا اعلان ہوتا ہے کہ پوری دنیا مزاحمت اور مخالفت پر جم جائے ہم اپنی روشِ حق اور صدائے دروں چھوڑنے والے نہیں۔ اصحابِ عزیمت اپنے دور کے نمرود اور فرعون سے کہتے ہیں ؎

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں!
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

[illegible] حق پرستوں کی قوت کا منبع اور سرچشمہ تو اللہ ہی ہے۔ اللہ ہی انہیں وہ مطلوب ہمت اور حوصلہ عطا کرتا ہے جس کے بل پر وہ باطل پرستوں کے بڑے بڑے لشکروں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ موحدینِ صادق کے لیے جائز نہیں کہ وہ باطل پرستوں کی یلغار کے وقت وسائل کی کمی کا بہانہ بناتے ہوئے راہِ رخصت یا فرار اختیار کریں۔ موحدین تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اللہ ہی اُن کی قوت کا اصل ماخذ اور مبداء ہے۔ تن آسان اور عیش کوش حق پرستوں کے لیے دفاعِ حق ثانوی مسئلہ ہے۔ ان کے لیے لذتِ کام و دہن ہی متاعِ مطلوب ہے۔ جب حق پرستی کی باتیں کرنا جرم بن چکا ہو، شعائر اللہ کی توہین ہو رہی ہو، حرمتِ ضمیر اور حیا کا قصر زمین بوس ہو رہا ہو۔ اصحابِ رخصت اور بندگانِ نفس کے اعصاب پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ اُن کے ماؤف جذبات کی موجودگی میں کبھی کبھی اصحابِ عزیمت کے عزائم بھی متزلزل ہو سکتے ہیں۔ ایسے نازک مواقع پر اصحابِ عزیمت کے صاحبِ فراست قائدین خطر کھا دلانی میں جہاد کر مرنے کا عزم صمیم کریں تو حالات کا رخ ہی تبدیل ہو سکتا ہے خوابِ غفلت میں پڑی ہوئی قوم جمود اور جماؤ کی کیفیت سے دوچار ہو کر دفاعِ حق کے لیے اٹھ کھڑی ہونے کی سعادت پاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی حق پرستوں کی حالتِ درماندگی اور اضطراری رخصت ہوتی ہے، غلبہ حق کی راہیں استوار ہوتی ہیں۔ سکینتِ روح اور طمانیتِ قلوب کا سامان بندھتا ہے۔

مسلمانوں نے باطل پرستوں کے خلاف دو قسم کی لڑائیاں لڑی ہیں۔ کچھ جنگوں میں انہیں ظاہر میں بھی فتح نصیب ہوئی اور باطن میں بھی مثلاً غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق، قادسیہ، اندلس، سندھ وغیرہ۔ کچھ لڑائیاں ایسی بھی تھیں جب حق پرستوں کو شہادت اور فتح معنوی کے سوا اور کچھ نہ ملا۔ خالص فتح معنوی پانے والے شہداء کی فہرست طویل ہے جو لوگ کربلا کے میدان میں اسلام کے شورائی نظام کے تحفظ کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت پا چکے اُنہیں معنوی سلطنت تو ضرور ملی لیکن ظاہر میں جو کچھ دیکھنے میں آیا وہ اُن کی مظلومیت اور بے بسی تھی۔ ایسے مظلوم شہنشاہوں کی صف میں سید الشہداء زین العابدین بھی شامل ہیں اور سید قطب اور حسن البنا بھی۔ کچھ اور

بندگانِ حق بھی ہیں جنہوں نے مسلح ہونے کے باوجود مظلومیت کا مقام ہی پالیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہوئے تو اُن کی نعشِ مُبارک کو خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا گیا۔ بالاکوٹ کے مقام پر سیّد احمد شہیدؒ اپنے چھوٹے سے قافلہ سمیت شہید ہوئے تو سکھوں نے اُن کی لاش کو دریا کے سپرد کیا۔ ہاں انہوں نے میدان مبارزت میں مقامِ فنا فی اللہ تو ضرور پا لیا پس اس دنیا میں اللہ کے کچھ سپاہی ایسے بھی ہیں جن کے عشقِ الٰہی کی بھٹی میدان کارزار میں ہی گرم ہوتی ہے۔ ان کی للّٰہیت اور مجذوبیت تلواروں اور توپوں کے سائے ہی میں سلامت رہتی ہے۔ ان کے عزائم نیزوں کی نوک پر ہی جوان رہتے ہیں، مصائب اور مشکلات ہی میں اُن کی حیاتِ حقیقی کا راز مضمر ہے، وہ جیتے ہیں تو جنگوں کی مصیبت کے لیے اور مرتے ہیں تو اللہ کے نام کی عظمت کے لیے، اُن کی تیغ زنی نہ تو نام و نمود کے لیے ہوتی ہے اور نہ ہی منفعتِ مادی کے لیے۔ اُن کا جینا مرنا، عبادت اور ریاضت صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے۔ وہ ظاہر میں فنا ہوتے ہیں لیکن باطن میں باقی رہتے ہیں۔ ایسے ہی مجاہدینِ حق مظلوم اور مقہور قوموں کی تقدیر بدلنے میں تاریخ ساز رول ادا کرتے ہیں۔ ایسے سر فروش نتائج کی پرواہ کیے بغیر دفاعِ حق اور تحفظِ حریّت کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ بالآخر ان ہی شہیدوں کی قربانیوں کے طفیل ذلّت و رسوائی کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور عزت اور آزادی کی نسیمِ جاں فزا مجروح قلوب کو مسرور اور مطمئن کرتی ہے۔

اوپریشن بالاکوٹ ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ جب حق پرستوں کی مظلومیت انتہا کو پہنچی ہو، شعائر اللہ کی توہین ہو رہی ہو، شرفاء کا جینا دوبھر ہوا ہو، ناموسِ زن خطرے میں ہو، ایمان اور ایقان کی باتیں کرنا موجبِ عذاب اور عتاب ہو تو عشقِ الٰہی سے سرشار اصحابِ عزیمت سامنے آکر غالب قوتوں پر ٹوٹ پڑیں اور نتائج کی پرواہ کئے بغیر آخری دم تک لڑتے رہیں وہ شرک و شر کی بیخ کنی کے لیے جہدِ پیہم میں مصروف رہیں اور غالب قوم کی قوت اور کثرت سے بے نیاز ہوتے ہوئے دفاعِ دین اور حریتِ ملت کے لیے جان و مال کی قابلِ تقلید مثالیں قائم کریں۔ معرکۂ بالاکوٹ ہمیں یہ سکھا رہا ہے کہ جب کفر و الحاد کی تُند و تیز

ہوائیں چل رہی ہوں۔ حق کے شیدائی میدانِ جنگ میں لہو کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے ملّی اساس بلکہ دینی عقائد کے تحفظ و استحکام کا بندوبست کریں۔ ۱۸۳۱ء کے شہداء بالاکوٹ بظاہر دارِ فانی سے رخصت ہوئے لیکن بباطن تو باقی ہیں۔ اوپریشن بالاکوٹ کی مہم جاری ہے۔ شہید سیّد احمد کے معنوی مریدوں نے کبھی ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں فرنگان تاجرانِ کے خلاف علمِ جہاد بلند کرتے کرتے محکومی و مظلومی کی زنجیریں توڑنے کی کوشش کی اور کبھی ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو سری نگر میں قندیلِ شہادت روشن کی۔ قوم پرستی بالاکوٹ پر برابر قائم ہے۔ اس دنیا میں اہلِ ایمان تو مثلِ خورشید جیتے ہیں۔ اہلِ ایمان کا جو خورشیدِ وجود بالاکوٹ میں ڈوب گیا وہ کشمیر کے فلک بوس پہاڑوں کے درمیان سے اُبھر رہا ہے۔ ۱۸۴۶ء سے تا امروز جن لوگوں نے بھی راہِ حق میں جانوں کا نذرانہ پیش کیا وہ سب شہید سیّد احمد کے معنوی فرزند ہیں۔ ان شہداء کشمیر میں سبز علی اور ملّی ان بھی شامل ہیں۔ جولائی ۱۹۳۱ء کے شہداء سرینگر اور ۱۹۴۷ء کے شہداء جموں بھی شامل ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ حق و صداقت کے لیے جانیں قربان کرنے والے اِن کشمیری مجاہدین اور عاشقانِ اسلام میں ۱۱ فروری ۱۹۸۴ء کا وہ شہید تہاڑ بھی شامل ہے جس نے ۱۹۷۶ء میں علمِ جہاد اُس وقت بلند کیا جب عزیمت اور شجاعت کا دعویٰ کرنے والے بڑے بڑے شہسوار شملہ اور سری نگر میں راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے اعترافِ ہزیمت کر رہے تھے۔ کشمیر کے بازاروں میں اسلام زندہ باد کا نعرہ لگانے والے اور بھارتی گولیوں سے اپنے سینے چھلنی کرانے والے فرزندانِ توحید بھی اُن شہداء کا شمر میں شامل ہیں جن کے حوالے سے ہی ہم اپنی ملّی اور قومی غیرت کا تاثر دینے کی سعادت پا رہے ہیں شہید حافظ احمد بھی ان ہی شہداء میں شامل ہے۔

یقیناً اوپریشن بالاکوٹ کی مہم ابھی جاری ہے۔ تحریکِ بالاکوٹ باقی ہے۔ محکوم اور مظلوم کشمیریوں کی ایک ایک وادی فی الحقیقت وادئ کاغان ہے۔ ان غریبوں کا ایک ایک گھر کربلا اور ایک ایک گھڑی قیامت ہے۔ اہلِ نظر کے لیے مشہدِ کشمیر مشہدِ بالاکوٹ کی طرح مقدس اور محترم ہے۔ اوپریشن بالاکوٹ کے مجاہدینِ صف شکن اُس وقت تک

محوِ جہاد رہیں گے جب تک بھارتی سامراج کشمیر سے رخصت نہیں ہوتا۔ اس مہم کے لیے اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک بھارتی سامراج کا ایک بھی سپاہی ہماری مقدس سرزمین میں موجود ہے۔ حق و باطل کی اس جنگ میں کشمیریوں کا ایمان و ایقان مرکزی رول ادا کر رہا ہے۔ معرکۂ ایمان و مادیت میں ہم ضرور سرخرو ہوں گے انشاءاللہ حق غالب ہو گا اور باطل مٹ جائے گا اور یقیناً باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ پس آپ جان و تن سے جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہیں۔ آپ جہاد اور شہادت سے متعلق قرآنی آیات کو حرزِ جاں بنائیں۔

ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تیری
تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تیری

ہم جانتے ہیں کہ اس وقت پورا مقبوضہ علاقہ تعذیب خانہ بنا ہوا ہے وہاں تقریباً نصف درجن حریت پسند تنظیمیں محوِ جہاد ہیں۔ سینکڑوں مجاہدینِ کشمیر تھانوں، انٹروگیشن سنٹروں اور جیلوں میں زیرِ عتاب ہیں۔ بھارتی سامراج نے پورے مقبوضہ علاقے کو نازی کیمپ میں تبدیل کیا ہوا ہے۔ مجاہدینِ کشمیر کے نوجوان رہنما شبیر احمد شاہ صاحب، بشیر احمد بٹ صاحب ایڈووکیٹ، فاروق رحمانی صاحب، نعیم خان صاحب اپنے اپنے محاذ پر جمے ہوئے ہیں ——— مقبوضہ کشمیر میں بھارتی پولیس اور فوج مسلمانوں کے گھروں میں گھس کر شرفا کی عزت کو پامال کر رہی ہے۔ بہنیں، مائیں اور بہنیں غم و اندوہ کے آنسو بہاتی رہتی ہیں۔ اُن کی معصوم آہوں اور سسکیوں سے کشمیر کے پتھر تو لرزتے ہیں لیکن یہاں آزاد علاقہ کے لوگوں کے دل پسیجتے نہیں۔ اس وقت بہت سے مجاہدینِ کشمیر جنگلوں اور پہاڑوں میں مجاہدانہ اعتکاف میں مصروف ہیں وہ گھروں میں ہوتے ہوئے بے گھر ہوئے ہیں۔

ہم مقبوضہ کشمیر کے مجاہدینِ حق سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک چین سے بیٹھیں گے جب تک یہاں آزاد کشمیر میں آباد کشمیری مقبوضہ علاقہ کی آزادی کے

لیے عملی جہاد شروع نہیں کرتے۔ ہماری آرزو ہے کہ یہ آزاد علاقہ احیائے خلافت اور آزادیٔ کشمیر کی تحریک کا حقیقی بیس کیمپ بنے۔ ہم اس بات سے آگاہ ہیں کہ مقبوضہ کشمیر کے حریت پسندوں کے دکھ درد میں برابر شریک ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب ہمارے وطن عزیز پر کھینچی ہوئی خونی لکیر حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گی۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہم چالیس سال سے اپنے بزرگوں کی کوتاہیوں کا کفارہ ادا کر رہے ہیں۔ اب تو غلامی اور رسوائی کی زنجیریں ٹوٹ ہی جائیں گی۔ انشاءاللہ

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

صلاح الدین کشمیری

نقیب

تحریک اُدپاشین سیالکوٹ

اوپریشن بالاکوٹ

تاریخِ مشہدِ بالاکوٹ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں اُنہیں مردہ مت کہو، وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں اس بات کا شعور نہیں۔ (بقرہ - ۱۵۴)

اللہ کے شیدائیوں اور مریدانِ ابلیس کے درمیان ابتدائے آفرینش سے ہی کشمکش جاری ہے۔ اللہ اپنی قدرت اور طاقت کا ظہور چاہتا ہے۔ کہکشاؤں ستاروں اور سیاروں کی کائنات تو مظہرِ قوتِ الٰہی ہی ہے۔ یہ بلند و بالا پہاڑ وسیع و عریض سمندر، جنگل اور مرغزار تو اُسی کی قدرت اور قوّتِ تخلیق کی غمازی کر رہے ہیں۔ صانع اپنی صنعت کے ذریعے اپنے حُسنِ اختیار اور اقتدار کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ نمودِ حُسن تو خالق کی صنعت ہے۔ اللہ آب و گل اور رنگ و بُو کی دُنیا میں آباد انسان کو بھی اپنی قدرت اور قوّت کا مظہر دیکھنا چاہتا ہے۔ اللہ کا جلال اُس کے جمال پر غالب ہے۔ کوئی عارفِ حقیقی ہو تو کائنات کی وُسعتوں کا ادراک کرتے ہی مبہوت اور ماؤف ہو گا اور حق تو یہ ہے کہ اس جلال میں بھی حُسن کا ایک کمال موجود ہے گویا نمودِ جلال حُسنِ مطلق ہی کی دوسری ہیئت ہے۔ انبیاء جو اللہ کے سچّے عاشق اور عارف ہیں۔ دنیا میں اثباتِ حق چاہتے ہیں۔ اُن کا یہ اعلان ہوتا ہے کہ اللہ ہی خالقِ حقیقی ہے، قادرِ مطلق ہے۔ اللہ ہی مبداء قوت اور عظمت

ہے۔ اس لیے اللہ ہی عبادت کے لائق ہے، وہی پرستش کا مستحق ہے۔ باقی سب کچھ بتانِ آذری ہیں۔ معبودانِ باطل کی نفی کرنے کی مہم میں انبیاء اپنے مؤقف پر چٹان کی طرح مضبوط رہتے ہیں۔ مخالفت اور مزاحمت کی تند و تیز آندھیوں کے باوجود اُن کے پائے ثبات ڈگمگاتے نہیں، وہ باطل پرستوں کے مقابلے میں کمزوری دکھاتے نہیں۔ راہِ حق میں ابتلا و آزمائش کی بھٹی میں مثلِ خلیلؑ کودنا، مشرکین اور کافرین کی تلواروں سے داؤدؑ کی طرح اپنی گردن کٹوانا، مراقبہ اور مشاہدہ کے شغل میں یوسفؑ اور یونسؑ کی طرح طویل اعتکاف کے لمحاتِ صبر و سکینت گذارنا، موسیٰؑ کی طرح رعونت پسند بادشاہوں کے سامنے پیغامِ توحید سنانا اِن عاشقانِ پاک طینت کی ریاضتِ دعوت کا طرۂ امتیاز ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر کے لیے اُسوۂ عمل ہے اور پیغمبر آخر الزمان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاءؑ کی صفات کا مُنارۂ مُرقع ہیں۔ حق و باطل کی جنگ میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ غلبۂ حق کی تحریک میں ہمیں ہزار مشکلات اور مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا اور ہمیں اتباعِ رسولؐ میں صبر و استقامت کا بھرپور مظاہرہ کرنا ہوگا۔ جبھی تو ہم دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم غلبۂ دین کی تحریک کے کارکنان صادق ہیں۔

محمدؐ کی غلامی ہے سندِ آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

اثباتِ حق اور ابطالِ باطل کی تحریک میں مجاہدینِ اسلام کے جلال اور جبروت کے بغیر غلبۂ حق کا مشن پورا ہو ہی نہیں سکتا۔ مجاہدینِ اسلام کی قلندرانہ اداؤں میں سکندرانہ جلال ہو تو وقت کے فرعون و نمرود زیر ہوں گے، رزم گاہِ اُندلس و سندھ میں مشرکین کی تیغِ سرکش مفتوح ہوگی۔ جذبۂ اتباعِ رسولؐ ہی ہمیں جلالِ بدر و حُنین کا مظاہرہ کرنے کا ہُنر سکھاتا ہے۔ جلالِ مجاہدین ایمان و ایقان کی علامت ہے، خاصۂ وِجدان ہے اور صدائے دروں ہے۔ مجاہدینِ اسلام کے

جلال ہی سے دینِ حق باقی ہے۔ ان کے جلال میں ان کے کمالِ عشق کا راز [illegible]
ہے۔ ان مجاہدین کی ادائیں دلفریب ہیں۔ ہو حلقۂ یاراں تو وہ ابریشم کی طرح
نرم اور جب رزمِ حق و باطل ہو تو وہ فولاد کی طرح سخت ہوتے ہیں۔ ان ہی
کے دم سے دمِ ملت باقی ہے۔ میدانِ کارزار میں مجاہدین کی تیغِ جگر دار کی [illegible]
فی الحقیقت نوبہار ایمان ہے۔ اس کی کڑک سوزِ دروں ہے۔ اس کی یلغار [illegible]
توحید کی پکار ہے۔ مجاہدین کی نمازِ عشق تلواروں کے سائے میں ادا ہوتی [illegible]
معرفتِ الٰہی اور عشقِ رسول سے سرشار مجاہدینِ حق کا حلقۂ احباب بھی نرالا ہے [illegible]
در انجمن کے مصداق وہ بظاہر خدمتِ خلق کے شوق میں محو لیکن باطن ذوقِ مراقبہ
اور مشاہدہ میں مستغرق۔ مجاہدینِ صادق مقامِ شہود پر قائم ہوتے ہیں۔ وہ ہر جہت
میں حق ہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مخلوق کی مصاحبت میں بے
اور بیقرار پاتے ہیں۔ ان کا باطن ظاہری جلوں سے بیزار ہوتا ہے۔ مال و اولاد
باغات، جاہ و حشمت غرضیکہ ہر دنیوی متاعِ غرور ان کے نزدیک لغویات اور [illegible]
سے منسوب ہے۔ انہیں ان بتانِ دنیا سے وحشت اور دہشت محسوس ہوتی ہے
ان کا سوزِ جگر اور اطمینانِ قلب اصحابِ عشق و عمل کے تصور سے باقی ہے۔ ان
مرشد ہیں تو حمزہؓ اور رفیق ہیں تو مصعبؓ۔ دنیائے عشق کے اصحابِ عزیمت ا[illegible]
صبح و شام غذاءِ باطن فراہم کرتے رہتے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ ان سے کہتے ہیں
جب خانۂ کعبہ کا تقدس خطرے میں ہو تو برہنہ سر ہی مقتل چلو۔ کربلا کے شہداء انہیں
یہ درس دیتے ہیں کہ خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کرنے والے بندگانِ نفس کے جبر و استبداد
کے مقابلے میں صبر و استقامت کی فصیل بن کر نذرانۂ جان پیش کرنے کا فن سیکھو۔ امام
احمد بن حنبلؒ انہیں تلقین کرتے ہیں کہ جب فتنۂ خلقِ قرآن کے دوران مطالبہ
ایمان نظریہ پر قائم رہنا ہی جہاد اور عزیمت ہو تو بدن کو کوڑوں سے قیمہ ہوتے
دیکھنے کے باوجود راہِ وفا میں مسلکِ تسلیم و رضا سے وابستہ ہو۔ محمد بن قاسم اور
طارق بن زیاد بتا رہے ہیں کہ موتہ کے مقام پر ایک لاکھ کے لشکرِ جرار سے ٹکرانے

[illegible] تین ہزار کی جمعیت کے کمانڈر اور ہمارے مرشد یعنی خالد بن ولیدؓ کی حکمتِ حرب د[illegible]
[illegible] کفر و الحاد کے مقابلے میں اسلام کی عظمت اور حقیقت ثابت کرتی
[illegible] سید قطب کی طرح وارفتگی سے پیار کرنے کی آرزو کرو۔ بہرحال اللہ اور اس کے رسولؐ
[illegible] اطاعت ہی میں ہماری فلاح موجود ہے۔ رسولِ برحق کی غلامی میں ہی ہماری عزت اور
[illegible] کا راز مضمر ہے۔ یہ روزِ حقیقت تو اہلِ حق کے لیے ہیں جن کے دل اسلام کے لیے
[illegible] ہوتے ہیں جنہیں حق سننے کی توفیق ہو اور حق پر مر مٹنے کی آرزو ہو۔ ایسے حق پرست
[illegible] کو سنتِ رسولؐ سمجھتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کو موجبِ نجات اور
[illegible]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ترکِ وطن کیا
اور جہاد کیا تو ایسے لوگ رحمتِ خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
[illegible] بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (البقرہ ۔ ۲۱۸)

[illegible] کا غان میں مقام بالاکوٹ پر جو لوگ راہِ حق میں شہید ہوئے ان کا مسلک
[illegible] کے وجدانی جذبات اور احساسات کیا تھے۔ ان کی عظیم قربانیوں
[illegible] کیا محرکات کارفرما تھے۔ اس تعلق سے تو کچھ اصولی حقائق پر روشنی ڈالی
[illegible] سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے ان فوری محرکات اور اسباب و عوامل
[illegible] لیں جنہوں نے راے بریلی (شمالی ہند) کے پروانۂ حق کو اپنے سینکڑوں
[illegible] سمیت شمعِ دینِ حق پر نثار ہونے کی ترغیب دی۔ تاریخ کے طالبِ علم
[illegible] بات ہے کہ اگر ہندوستان کے مغل حکمران اکبر بادشاہ کے دینِ الٰہی
[illegible] خرافات کی بیخ کنی کے لیے شمشیرِ دستان کی سنت کا سہارا لینا ہی قرین دانش
[illegible] تو مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی نے ضرور اپنی تلوارِ بے نیام کی ہوتی حضرت
[illegible] شیخ نے محسوس کیا کہ وقت کے عبداللہ بن ابی کے شر کا استیصال قلم اور زبان ہی

سے ہوسکتا ہے اور تاریخ گواہ ہے قلم کی کاٹ اور زبان کا وار ہی مؤثر رہا۔
شیخ فتنۂ اکبری کے خلاف دعوت و عزیمت کی سنتِ انبیاء پر چٹان کی طرح
رہے۔ قید و بند اور دار و رسن کی صعوبتیں راہ میں حائل ہوں تو مردانِ حق عزم و
کی سیسہ پلائی ہوئی فصیل بن کر ڈٹ جاتے ہیں۔ اُن کے عزائم متزلزل نہیں ہو
سمومِ مخالفت دیکھ کر وہ راہِ فرار اختیار نہیں کرتے۔ شیخ احمد سرہندیؒ کی
ہی کا ثمرہ تھا کہ حمیتِ دین کا حال اور رنگ زیب پیدا ہوا۔ احیائے دین اور ا
شرک و بدعت کے لیے شیخ احمد نے دعوت و عزیمت کا جو سلسلہ شروع کر رکھا تھا
شاہ ولی اللہ دہلوی نے جِلا بخشی۔ صدیوں کی بے حِسّی نے مسلمانانِ ہند کے حوصلوں
مضمحل اور ماؤف کیا تھا۔ اُن کے حکمرانوں کی دین آزاری نے اُن کی سیاسی
کو سلب کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی بیرونی حکمرانوں کے غلبہ و استیلاء کی راہیں ہم
استوار ہوئی تھیں۔ انگریز سامراج نے ہندوستان میں مسلم تہذیب و تمدن
اور اپنے سیاسی غلبہ کو دوام بخشنے کے لیے شمالی ہند پر کمندیں ڈالیں۔ شعائر
توہین کی تحریک شد و مد سے جاری رہی۔ افواہ عام ہوئی کہ مسلمان حج نہیں کر
سمندری جہاز ہی غرق ہوتے ہیں۔ خاکم بدہن حج بے برکت رسمِ دین ہے اُدھر
میں سکھوں کی اسلام دشمنی عروج پر تھی۔ باجماعت نماز ادا کرنا تو در کنار مسلمان
نہیں دے سکتے تھے۔ اللہ اکبر کی صدا سنانا جرم بن چکا تھا۔ دینِ حق کی مظلومیت
مغلوبیت برابر بڑھتی جا رہی تھی۔ حساس قلوب قلق و اضطراب میں مبتلا تھے
کی آہیں اور دعائیں گویا بے اثر ثابت ہو رہی تھیں۔ دین اور دین پسندوں کی
دیکھ کر رائے بریلی کے مجاہدِ حق سید احمد نے بدر و اُحد اور کربلا کے شہدا
یاد تازہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ فیصلہ ہوا کہ سرزمین ہند قرطاس ابیض ہو اور مجا
اسلام کا لہو روشنائی۔ یوں اللہ کے حضور رحم کی اپیل دائر ہو تاکہ اللہ کا دریائے
جوش میں آئے اور مسلمانانِ ہند کی درماندگی اور پژمردگی رخصت ہو جائے
احمد عازمِ حج ہوئے۔ سات سو کارکنانِ حق سمیت فریضۂ حج ادا کیا۔ واپ

واپس ہوتے ہی تحریکِ مجاہدین کی طرح ڈالی۔ ضروری اقداماتِ تنظیم و تحریک کے بعد
ہجرت کے لیے سفر پر روانہ ہوئے۔ سندھ کے راستے سفر کرتے ہوئے سرحد افغانستان
کے قرب و جوار میں خیمہ زن ہوئے۔ بدعت پسند منافقینِ ملت کی مزاحمت کے باوجود
سکھوں کے خلاف ہمہ گیر جہاد کا آغاز کیا۔ سلسلہ مبارزت اور مقاومت کئی سال
تک جاری رہا، یہاں تک کہ سید احمد اپنے باعثِ افتخار رفقاءِ سفر سمیت بالاکوٹ
کے مقام پر شہید ہوئے۔ ہم ۱۸۳۱ء کے شہداءِ بالاکوٹ کو سلام کہتے ہیں جنہوں
نے تسلیم و رضا کی دہلیز پہ نذرانۂ لہو پیش کیا۔ بالاکوٹ کے اصحابِ عزیمت ہمیں بتا
رہے ہیں کہ

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن تو کافروں کی اطاعت نہ کر قبول

شہداءِ بالاکوٹ کی تحریک کے حوالے سے بات کریں تو ہم یہی کہیں گے کہ کشمیر
کی جنگِ آزادی فی الحقیقت معرکۂ حق و باطل ہے۔ کشمیر کے فرزندانِ توحید کا دین و
ایمان خطرے میں ہے۔ بھارتی سامراج تہذیبی اور ثقافتی جارحیت
کے ذریعے اپنی فوجی جارحیت کو استحکام و دوام بخشنا چاہتا
ہے۔ برہمنی سامراج کشمیر کے اسلامی تشخص کو زیر و زبر کرنے کے درپے ہے۔ بھارت
اپنے آپ کو بڑی قوت ہی نہیں سمجھتا تھانیدار بھی سمجھتا ہے۔ یہاں چھوٹی قوموں کی
زندگی بالعموم اور مسلم قوموں کی زندگی بالخصوص اجیرن بنا دی گئی ہے۔ کفر و الحاد کے
نظامِ باطل کا علمبردار یہ سیاہ سامراج کشمیر کے حریت پسندوں کے خلاف نت
نئے سامراجی ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے اور اِدھر کشمیری حریت پسند اپنے آپ کو
امینِ تحریکِ بالاکوٹ کے غازی سمجھتے ہیں وہ بھارتی سامراج کی قوت کو خاطر ہی میں نہیں
لاتے وہ شہادت کی آرزو کے ساتھ محوِ جہاد ہیں۔ رضائے الٰہی کا حصول اور کشمیر
کی آزادی ان کی مساعی جمیلہ کا منتہائے مقصود ہے۔ ہم اوپریشن بالاکوٹ کے
کشمیری مجاہدوں کو سلام کہتے ہیں۔ ان ہی کے عزم و حوصلہ سے ہمارا ملی اور قومی

بھرم باقی ہے۔ ابھی تک محاذِ جنگ پر بہت سے کشمیری شہید ہوئے۔ قربانیوں کا یہ سلسلہ ابھی برابر جاری ہے۔ ہمیں شاید آگ اور خون کے سمندر سے گذر کر آزادی نصیب ہوگی۔

تم ہی سے اے مجاہدو، جہاں کی ثبات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

تاریخ تحریکِ حریت کشمیر

کشمیر میں تحریک اسلامی کا باقاعدہ آغاز سلطان صدرالدین کے دورِ حکومت سے ہوا۔ ریچن شاہ نے صوفی بزرگ حضرت عبدالرحمٰن بلبل شاہؒ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور ان کا اسلامی نام صدرالدین قرار پایا۔ سلطان صدرالدین کے دورِ حکومت سے لے کر یوسف شاہ چک کے دورِ حکومت تک یعنی ڈھائی سو سال تک تو کشمیری مسلمان ہی کشمیر پر حکومت کرتے رہے۔ اس میں سلطان سکندر بت شکن کا دورِ حکومت بھی گذرا ہے جنہوں نے اپنے دورِ حکومت میں شریعت اسلامی کے نفاذ کے عمل کو ایک حقیقت بنا دیا تھا۔ ۱۵۸۶ء میں کشمیر کی آزادی اور خود مختاری اس وقت ختم ہوئی جب اکبر بادشاہ کی فوجیں کشمیر میں داخل ہوگئیں۔ مغل حکمران یہاں ۱۶۹ سال برا جمان رہے۔ اپنے دورِ حکومت میں انہوں نے کشمیریوں کا جذبۂ عسکریت مٹانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس کے بعد یہاں افغان آئے انہوں نے یہاں ستر (۷۰) سال حکومت کی۔ ۱۸۱۹ء میں کشمیر کے ایک برہمن کی دعوت پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر حملہ کیا۔ اس طرح ۱۸۱۹ء سے لے کر ۱۸۴۶ء تک پنجاب کے سکھ کشمیر پر حکومت کرتے رہے۔ اُدھر سید احمد بریلوی شہید سکھوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ سید احمد صاحب وادیٔ کاغان کے راستے کشمیر پہنچنا چاہتے تھے۔ کشمیر میں مولانا نظام الدین چشتی اُن کے خلیفہ کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔

مظفر آباد کے راجہ زبردست خان سید صاحب کے حلیف تھے۔ سید صاحب کے مجاہدین کے تعاون سے سلطان زبردست خان کی فوجوں نے بارہمولہ، ہندواڑہ اور ہزارہ کے علاقے میں سکھ افواج پر کامیاب حملے کیے۔ سکھ مملکت کا سربراہ رنجیت سنگھ مسلم افواج کی یلغار سے اتنا پریشان ہوا کہ وہ خود ایک بہت بڑا لشکر لے کر حسن ابدال کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ اس کے باوجود وہ مسلم فوجوں کو مرعوب نہ کر سکا بالآخر مایوس ہو کر لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ ۱۸۳۱ء میں شہید سید احمدؒ اپنے سینکڑوں مجاہدوں کے ہمراہ اپنے مجاہدانہ سفر کے دوران بالاکوٹ میں خیمہ زن ہوئے۔ یہاں سکھ فوجوں نے انہیں گھیرے میں لیا۔ سید صاحب نے مقابلہ کی تیاری کی۔ سید صاحب اور ان کے رفقاء دعاؤں میں مصروف ہوئے۔ تلواریں صیقل ہوئیں، بندوقیں بھر گئیں۔ سکھ فوج مٹی کوٹ کی پہاڑی سے اتر کر قریب ہوئی۔ اِدھر مجاہدینِ اسلام نمازِ فجر کے بعد فیصلہ کن معرکہ آرائی کے لیے تیار ہوئے۔ سید صاحب پھر مسجد میں دعاؤں میں مصروف ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد سید صاحب مسجد سے نکل کر غازیوں کی معیت میں میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ نعرۂ تکبیر کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ مجاہدوں کی تلواریں چمکنے لگیں، بندوقیں گرجنے لگیں۔ دشمن کے دل لرزنے لگے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگے۔ سید صاحب سینکڑوں مجاہدوں سمیت شہید ہوئے۔ اُن کے دستِ راست مولانا شاہ اسمٰعیل صاحب بھی شہید ہوئے۔ سید صاحب کی نعش کا سراغ ہی نہیں ملا لیکن شاہ اسمٰعیلؒ شہید کا روضہ اب بھی بالاکوٹ میں محفوظ ہے۔ اللہ کے سپاہیوں نے راہِ وفا میں نذرانۂ جان پیش کر کے مجاہدینِ کربلا کے عشق و جنوں کی یاد تازہ کی۔

ایسے ہی زبانِ عشق کہتی ہے۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی ہے
حق تو یہ ہے کہ حق ہی ادا نہ ہوا

بالاکوٹ کے مجاہدین اور مہاجرین جو ہندوستان کے کونے کونے سے آکر قافلہ [illegible] سخت جان بن کر حق کی سربلندی کے لیے سال ہا سال تک جہادِ پیہم کرتے کرتے شہید ہوئے اپنے ربِ کریم اور رحیم سے صلہ پا چکے۔ مومنین یکسو لقائے ربانی ہی نہیں جنتِ نعیم میں حیاتِ جاودانی بھی پا گئے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑا پھر وہ قتل کیے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ ان کو ضرور عمدہ رزق عطا کرے گا اور یقیناً اللہ ہی بہترین رزاق ہے۔

(الحج - ۵۸)

شہید سید احمد کشمیر کو تحریک اسلامی کا بیس کیمپ بنانا چاہتے تھے۔ اُن کی جو تحریک ۱۸۳۱ء میں تشنۂ تکمیل رہی جولائی ۱۹۳۱ء کے شہدائے کشمیر نے اُس کی تجدید اور احیاء کا کام شروع کیا اور احیائے اسلام کی یہ تحریک ابھی برابر جاری [illegible] اذان ممنوع ٹھہری تو فدائینِ حق نے بالاکوٹ کو حق و باطل کی کشمکش کا منارۂ عبرت [illegible] درباروں میں خطبۂ جمعہ پر قدغن عائد ہوئی تو اسلام کے شیدائیوں نے توہینِ قرآن کے خلاف احتجاج کی تحریک میں اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ سینٹرل جیل سرینگر کے گرد و پیش شہیدوں کے لہو کی خوشبو اب بھی فضا کو معطر کر رہی ہے۔ اسلام کے شیدائیوں اور آزادی کے پروانوں نے تحریکِ حریت کشمیر کو جاری رکھنے کا عزم کیا۔ یوں عزم نے بزم کو وجود بخشا۔ کشمیری حریت پسندوں نے مسلم کانفرنس کو معرضِ وجود میں لایا۔ مسلم کانفرنس کی تحریک کو نظر لگی۔ ۱۹۳۲ء میں مسلم کانفرنس وجود میں آئی اور ۱۹۳۳ء میں افتراق اور انتشار کا شکار ہوئی۔ نئی نسل کے ادنیٰ ترجمان کی حیثیت سے ہمیں اپنے بزرگوں سے یہ پوچھنے کا حق ہے کہ آخر وہ کیا محرکات اور جذبات تھے جن کے تحت مولانا محمد یوسف شاہ صاحبؒ نے خانقاہِ نقشبند میں وعظ کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلم کانفرنس کا یہ سر پھرا نوجوان شیخ محمد عبداللہ فی الحقیقت مرزائی [illegible]

[illegible] وہ مرزائیت کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ شیخ عبداللہ کے ہمدردوں کے جذبات مجروح ہوئے اور انہوں نے اُسی وقت پند و نصیحت کی محفل کو جنگ و سنگ کی رزم گاہ میں تبدیل کیا۔ فریقین میں بہت سے لوگ زخمی ہوئے اور اس طرح شیر بکرا لڑائی کا افتتاح ہوا۔ شیخ محمد عبداللہ کی انا اسقدر مجروح ہوئی تھی کہ اس نے پھر سنبھلنے کا نام ہی نہ لیا۔ شیخ صاحب کی زخمی انا نے ردِ عمل دکھایا۔ ردِ عمل کی اس انتقامی تحریک میں مولانا یوسف شاہ صاحب کے حامیوں کی انا مجروح ہوئی۔ اس طرح انانیتی جنگ (Egotistic battle) میں عام مسلمانوں کے دلوں میں رقابت اور عداوت کے جذبات پیدا ہوئے، کینہ اور کدورت کا زہرِ ہلاہل مسلم معاشرے کو اندر ہی اندر گھن کی طرح کھاتا رہا۔ کشمیری مسلمانوں کا نظامِ اخوت اور محبت درہم برہم ہوا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔ بھائی نے بھائی کا گلا کاٹا۔ شوہر نے بیوی کو طلاق دی۔ [illegible] کا جینا دوبھر ہوا۔ ان حالات میں کشمیری رہنما تحریک حریت سے وابستہ [illegible] کا آثر دے رہے تھے۔ یہ تحریک بظاہر حریت پسندانہ تحریک تھی لیکن بباطن [illegible] کشمکش کا شور و غل تھا۔ اعلیٰ ظرفی اور مومنانہ بصیرت و فراست رخصت ہوئی قوم کے [illegible] جذبات کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی گئی۔ جذباتیت کے جنون نے سنجیدگی [illegible] کو زیر کیا۔ ادھر عمائدینِ قوم انانیتی کشمکش میں اپنے مجروح جذبات کی تشفی کی تلاش میں تھے اور اُدھر سیدھے سادھے مسلمان اسلام اور حریت کے نام پر جان و مال [illegible] پیش کرتے رہے۔ خواص کی نیت میں انتشار کے ساتھ فتور پیدا ہوا تھا اور عوام [illegible] و ایثار کی راہ میں روشِ وفا پر قائم تھے۔ نوجوان حمیتِ دین اور جذبہ حریت [illegible] اپنی گردنیں کٹوا رہے تھے اور بزرگ لوگ قیل و قال کی محفلوں میں [illegible] کو صلواتیں سنا رہے تھے۔ اس طرح مخلص لوگوں کے جذبات کا استحصال [illegible] قوم سے کہا گیا کہ دفاعِ اسلام اور آزادیٔ وطن کی جنگ ہے جبکہ یہ سب [illegible] رقابت اور عداوت کی اتھل پتھل تھی۔ معاصرانہ چشمک کی حسین اداؤں میں حُبِ وطن [illegible] کا ناسور نشو و نما پاتا رہا۔ قومی تحریکِ مزاحمت (National Resistance

Movement کے نازک مراحل پر جب جوش کے مقابلے میں ہوش کی ضرورت تھی سنجیدہ فکر و تدبّر کے بدلے جذباتی اقدامات کے ہنگاموں میں درد کا درماں فراہم کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ یوں اخوّت، مروّت اور مودّت کے جذبات پر مبنی حکمت و تدبّر کی باتوں سے گھن ہی محسوس ہوتی رہی۔ اِن حالات میں ملی اور قومی مسائل کے بارے میں منفی سوچ پر مبنی جو فیصلہ جات سامنے آئے انہوں نے کیا کیا گُل کھلائے یہ بات تاریخ کے طالب علموں سے پوشیدہ نہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر شیخ محمد عبداللہ صرف اس وجہ سے مرزائی ٹھہرے تھے کہ انہوں نے مرزائیوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر انہیں قومی تحریکِ مزاحمت میں مطلق العنان ڈوگرہ حکمران کے خلاف استعمال کیا تو مسلم کانفرنس کے بزرگ مرزائی کیوں نہ قرار پائے جبکہ انہوں نے غلام نبی گلگار صاحب کو آزاد کشمیر کی عبوری حکومت کا سربراہ مقرر کیا۔ اسی طرح قائدِ اعظم محمد علی جناح صاحبؒ مرزائی کیوں نہ متصور ہوئے جبکہ انہوں نے سر ظفر اللہ خان کو پاکستان کا ترجمانِ اعلیٰ مقرر کر کے یو این میں مسئلہ کشمیر کی ہیئت اور حالت بگاڑنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔ بہر حال غلط فتویٰ نے شیخ کی انا کو زخمی کیا تھا۔ اُن کے وقار کو ٹھیس پہنچی تھی اس لیے زخمی انا نے ۱۹۳۴ سے اپنی تشفی اور تسکین کے لیے قوم پرستانہ نظریات کی ترجمانی شروع کی چنانچہ شیخ نے پنڈت نہرو سے ملاقات کی اور واپسی پر سیف الدین کچلو کے مکان میں پریس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ کشمیر واپس لوٹ کر میں وہاں کانگریس کی قوم پرستانہ سیاست کا ترجمان بنوں گا۔ ادھر کشمیر کے پنڈت بھی اس کمزوری کو بھانپ کر شیخ صاحب کی خوشامد میں مصروف ہوئے۔ کشمیر کے مسلم کانفرنسیوں نے شیخ پر مزید طنزیہ تیر برسائے۔ مجروح انا اور مجروح ہوئی۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کرنے کی تجویز پیش ہوئی جہاں شیخ محمد عبداللہ، مولانا محمد سعید مسعودی، اے آر ساغر، مرزا افضل بیگ، بخشی غلام محمد جیسے لوگوں نے اس تجویز کی بھرپور تائید کی وہاں عبدالمجید قرشی، ماسٹر عبدالعزیز مظفر آبادی،

قاضی عبدالغنی دلنہ اور صوفی محمد اکبر جیسے بزرگوں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی ۳۸-۱۹۳۷ء کے اجلاس میں چوہدری غلام عباس صاحب غیر حاضر تھے اگلے سال جب مسلم کانفرنس کی جنرل کونسل کا اجلاس ۱۰، ۱۱ر جون ۱۹۳۹ء کو مجاہد منزل میں منعقد ہوا تو اجلاس میں جس کی صدارت غلام محمد صادق نے کی مولانا محمد سعید مسعودی صاحب نے ایک قرارداد پیش کی کہ مسلم کانفرنس کا نام بدل کر نیشنل کانفرنس رکھا جائے۔ چوہدری حمید اللہ صاحب سمیت اور دو تین آدمیوں نے اس کی مخالفت کی جبکہ اس قرارداد کی حمایت میں چوہدری غلام عباس جیسے بزرگ نے پُر جوش تقریر کی تحریک کے تیور دیکھ کر صوفی محمد اکبر صاحب اور قاضی دلنہ صاحب نے بھی اس قرارداد کی تائید و حمایت کا اعلان کیا بہر حال شیخ کی مجروح انا جو اندر ہی اندر درد اور کسک کی وجہ سے کراہ رہی تھی اپنے قوم پرستانہ نظریات کے پیرہن میں اپنی تشفی کا بندوبست کرتی رہی۔ منبر و محراب سے وابستہ بزرگوں سے بُعد اور بُغض کی تحریک شد و مد سے جاری رہی۔ اُدھر ماہرِ نفسیات برہمن سیاستدان پنڈت جواہر لال نہرو حالات کا بغور مشاہدہ کر رہا تھا۔ شیخِ کشمیر کی کمزور رگ پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے مراسم اور تعلقات بڑھانے اور مضبوط کرنے کا عمل شروع ہوا۔ کانگریسی زعماء کشمیر میں ڈوگرہ حکمران مہاراجہ ہری سنگھ کی ہندو حمیت کے سائے میں مسلم معاشرے میں اثر و نفوذ پیدا کرنے کی حکمتِ عملی پر بتدریج کام کرتے رہے۔ اِدھر مسلم کانفرنس کی سیاستِ تیر و نشتر بھی شد و مد سے جاری رہی۔ امتحان کی گھڑی آ ہی گئی۔ مئی ۱۹۴۴ء میں قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے سرینگر کا دورہ کیا مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس کے زعماء نے شاندار استقبال کیا قائدِ اعظمؒ سری نگر میں ڈھائی ماہ تک ٹھہرے۔ اس عرصہ کے دوران شیخ محمد عبداللہ نے ان کے ساتھ چھ دفعہ ملاقات کی۔ ایک موقعہ پر قائدِ اعظم کی گاڑی خراب ہوئی تو شیخ صاحب نے ٹھیک کرائی۔ قائدِ اعظم دو تنظیموں کے درمیان اتحاد پیدا کرنا چاہتے تھے لیکن منافقین اور کافرین نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ خوشامدی اور خود غرض

مسلم کارکنوں، کشمیری پنڈتوں، مرزائیوں، کمیونسٹوں، مہاراجہ کے حواریوں، کانگر
کے ایجنٹوں نے دو تنظیموں کے بزرگوں کو کسی بھی صورت میں متحد ہوتے کا موقع
دیا۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح صاحبؒ ذرا دُور اندیشی سے کام لیتے تو مسلم پارک س
مسلم کانفرنسی جلسہ میں شیخ محمد عبداللہ کو اپنے تنقیدی تیروں کا نشانہ نہ بناتے اور ز
شیر نہ بپھرتا، آگے چل کر ۱۹۴۶ء میں قائدِ اعظم کی حکمت کے علی الرغم کشمیر چھوڑ
تحریک شروع نہ ہوتی اور اگر ہوتی تو قائدِ اعظمؒ جن کی انا بارہمولہ میں مقبول شیر
کے ہاتھوں زخمی ہوئی تھی یہ نہ فرماتے کہ کشمیر میں تخلیہ کشمیر (Quit Kashmir)
کی تحریک برپا کرنے والے لوگ غنڈے روسی ایجنٹ ہیں۔ قائدِ اعظم کے اس فتو
نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب چوہدری حمید اللہ، مولانا یوسف شا
صاحب جیسے بزرگ خود مختار کشمیر کا مؤقف الحاقِ پاکستان کے نعرہ میں مدغم کرتے ہو
پاکستان کی طرف ہجرت کر رہے تھے تو شیخ محمد عبداللہ نے کانگریس کی سیکولر سیاست
پناہ لی۔ مسلم کانفرنس، مسلم لیگ اور نیشنل کانفرنس کے زعماء اپنی سیاست کو اخو
محبت اور حسنِ ظن کے جذبات کے تابع رکھتے تو آج کشمیر کا نقشہ کچھ مختلف ہو
پوری ریاست جموں و کشمیر اگر پاکستان کا حصّہ نہ ہوتی، آزاد اور خود مختار ریاس
ضرور ہوتی۔

۱۹۴۸ء میں یو۔ این۔ او کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے شیخ
عبداللہ نے اپنے زخموں کے تعلق سے کہا کہ جب ہم نے ۱۹۴۶ء میں کشمیر چھوڑ
تحریک شروع کی تو قائدِ اعظم نے ہمیں غنڈے قرار دیا جبکہ پنڈت نہرو نے ہما
حوصلہ افزائی کی۔ یہ رہا تحریکِ حرّیت کشمیر میں انانیتی سیاست کا رول۔ بہر حا
نفسیاتی پہلوؤں کے علاوہ اور باتیں بھی ہیں جنہیں مسئلہ کشمیر کے حوالے سے کافی اہ
حاصل ہے۔ آیئے ہم مسئلہ کشمیر کے دیگر اہم پہلوؤں کا بھی جائزہ لیں تاکہ مسئلہ کش
کے تصفیہ کے لیے جدوجہد کرنے والے لوگ اس مسئلہ کے تعلق سے کوئی
مؤقف اختیار کرنے کی تحریک پائیں۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد کشمیر میں
دو قومی نظریہ کی کشمکش فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوئی۔ کشمیر کے مہاراجہ نے
بھارت اور پاکستان دونوں کو جوں کی توں پوزیشن (Status Quo) کے تحفظ
کے لیے معاہدہ قائمہ (Stand Still Agreement) پر دستخط کرنے کی پیش کش کی
پاکستان نے اس معاہدہ کو فوراً قبول کیا جبکہ بھارت نے لیت و لعل سے کام لیا
مہاراجہ کی نیت اُس وقت بگڑ چکی تھی جب گاندھی نے اگست ۱۹۴۷ء کے پہلے ہفتہ
میں کشمیر کا دورہ کیا اور اپنے مذہبی بھائی مہاراجہ ہری سنگھ کو ہندومت کے تئیں
اُن کے مشترکہ جذبات کے تعلق سے اپنے شیشے میں اتارا تھا۔ گاندھی جی کے دورۂ
کشمیر کے اختتام کے ساتھ ہی کشمیر کے اعتدال پسند پرائم منسٹر رام چند کاک کی
سرکاری حیثیت کا خاتمہ ہوا۔ اس کی جگہ مہر چند مہاجن کو کشمیر کا پرائم منسٹر بنا دیا گیا
جو کانگریسی فلسفہ کا سرگرم داعی اور نقیب تھا۔ اس طرح کشمیر میں بھارتی لابی پوری طرح
متحرک ہی سے محو عمل تھی۔ مسلم کانفرنس کے بزرگ بھی اپنے سیاسی مؤقف کے شایانِ شان
اقدامات کرنے کی فکر میں مستغرق تھے۔ پاکستان نے کانگریس اور مہاراجہ کے عزائم
کے پیشِ نظر کشمیر کے تئیں اپنے لائحہ عمل میں تبدیلی پیدا کی چنانچہ جوں کی توں پوزیشن
کو نظر انداز کرتے ہوئے پاکستان نے کشمیر میں مسلّح بغاوت کرانے کا اہتمام کیا۔
مجاہدینِ کشمیر پونچھ، راولاکوٹ، باغ، پلندری، میرپور، مظفر آباد، گلگت بلتستان تو آزاد
کرا چکے لیکن وادئ کشمیر اور جموں کو فتح نہ کر سکے۔ اٹھارہ ماہ کی جنگ آزادی کے باوجود
مقبوضہ کشمیر آزاد نہ ہو سکا۔ آخر کیوں؟ ہاں کچھ فاش غلطیوں کی وجہ سے پورے کشمیر
کی آزادی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ کشمیر کے نفسیاتی محاذ پر غلطیاں نہ ہوئی
ہوتیں تو مقبول شیروانی جیسے محافظ اپنا تاریخ کے مُسلم دھارے کے خلاف محاذ
قائم نہ کرتے۔ مجاہدینِ کشمیر وادی کے بدلے جموں علاقے سے پیشقدمی کی ہمت
کرتے تو جموں میں مسلمانوں کا قتلِ عام نہ ہوتا اور یہ کہ پوری ریاست جموں و کشمیر
پاکستان کے کنٹرول میں رہتی۔ اسی طرح اوڑی محاذ پر لڑنے والے مجاہد لیڈر

خورشید انور ۲۵ر اکتوبر سے ۲۷ر اکتوبر تک اس فکر میں نہ رہتے کہ مجھے کشمیر کی آز
کے بعد کس عہدے پر فائز کیا جائے گا تو ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بھارتی مسلح افوا
سرینگر میں ہوائی اڈے پر نہ اترتیں ۔ جب اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل میں کشمیر
جنگ بندی کرانے کی فکر و تدبیر ہو رہی تھی تو پاکستان کشمیر میں اپنی پوزیشن مزا
کے لیے بالکل اسی طرح آگے کیوں نہ بڑھا جس طرح بھارت نے ۱۹۷۱ء میں ڈھا
کی طرف مارچ کیا اور پھر اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی ۲۱ر اپریل ۱۹۴۸ء کی قرارداد او
اس کے بعد UNCIP کی ۱۳ر اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ر جنوری ۱۹۴۹ء کی قرارداد
منظور کیوں کیں جبکہ ان قراردادوں کی رو سے پاکستان ایک جارح ملک قرار پایا پاکت
سے کہا گیا کہ وہ اپنی مسلح افواج اور قبائل کو آزاد کشمیر سے نکالے تاکہ بھارت اپنی افو
کا ایک حصّہ کشمیر کے نظم و نسق کو سنبھالنے کے لیے کشمیر میں تعینات کرے۔ اِن قرارداد
کی رُو سے پاکستان ایک جارح ملک قرار پایا اور آزاد کشمیر کو لوکل اتھارٹی (Local Authority)
قرار دیا گیا اور طے پایا کہ اگر رائے شماری کے لیے کسی نگرانِ اعلیٰ کا تقرر قبول ہو
اس کی تائید سرینگر کی حکومت کرے گی ۔ بہرحال اقوام متحدہ میں کشمیر کے تیئں پاکستا
کی پوزیشن کمزور ہے اور اگر ہم یو۔ این ۔ او کے آئین ہی کو مقدس ٹھہرائیں تو
پاکستان یو۔ این ۔ او میں آئینی جنگ ہار چکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۱۹۶۵ء کے بع
پاکستان کی وزارتِ خارجہ نے اقوامِ متحدہ میں کشمیر کو زیرِ بحث لانے کی تحریک نہیں چلا
ہاں بین الاقوامی سیاست میں مسئلہ کشمیر کا تذکرہ کرنا ایک سٹنٹ (STUNT) سے
زیادہ نہیں اور ملکی سطح پر انتخابی سیاست میں یہ ایک سیاسی کاروبار ہے کچھ سیاستدا
تو اسی سے زندہ ہیں اور یہ ان کی روزی روٹی کا مسئلہ ہے حالانکہ تاشقند اور شم
معاہدوں کے بعد پاکستانی عزم و ہمت کے تعلق سے مسئلہ کشمیر اب کوئی مسئلہ نہیں رہا ہے
ایک کروڑ نفوس پر مشتمل ایک قوم کے مسئلہ حیات و ممات کو بھارت اور پاکستان
نے سرحدی تنازعہ بنا دیا ۔ کہاں پاکستان کی ۱۹۴۷ء کی اقدامی پوزیشن اور کہاں
۱۹۸۸ء کی معذرت خواہانہ اور مدافعانہ پالیسی ۔ ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں

مصداق ہم عرض کریں کہ شیخ محمد عبداللہ نے امریکہ میں ۱۹۴۸ء میں پاکستانی وفد
ہمکلام ہوتے ہوئے کہا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب آپ تمنّا کریں گے کہ
کشمیر کچھ نہیں خود مختار ہی رہے لیکن اس وقت یہ مسئلہ آپ کے ہاتھ میں نہیں
کا۔ آج پورا مقبوضہ کشمیر تعذیب خانہ بنا ہوا ہے اور ادھر بے حسی اور بے بسی کا
ستان ہے یہاں تو مادّہ اور معدہ کے مسائل نے لوگوں کو گھیرے میں لیا ہے ایک
جو دس کروڑ نفوس پر مشتمل صوبہ کی علیحدگی کو سیاسی تفریح پر محمول کرنے کا تاثر
ہے وہ زیرِ عتاب کشمیریوں کی کیا دستگیری کر سکتی ہے ۔ ہاں اگر کچھ لوگ اپنی مدد
آپ کے اصول کے تحت محاذِ کشمیر پر دشمنانِ دین کے خلاف برسرِ پیکار رہے تو الٹا
انہیں ہی نشانۂ تنقید اور تضحیک بنا دیا گیا ۔ محاذِ کشمیر پر پاکستان کے بدلے ہوئے
عزائم کا جائزہ لیتے ہیں تو زبان سے بے ساختہ یہ شعر جاری ہوتا ہے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں بھی نہ نکلا

تحریکِ حُرّیتِ کشمیر میں مجاہدینِ ملّت کا رول

١ ہم کشمیر کے ان سبھی مجاہدوں کو سلام کہتے ہیں جو سلطان سکندر بُت شکن کے
زمانے سے کشمیر کے مسلم تشخص کے تحفظ کے لیے جد و جہد کرتے رہے ۔ کشمیر کی
تحریکِ حُرمتِ دین و ایمان نے ۱۹۳۱ء میں اُس وقت منظم شکل اختیار کی جب
ریاست کے غیور فرزندانِ توحید مطلق العنان ڈوگرہ حکمران کے خلاف بغاوت کرنے پر
کمربستہ ہوئے ۔ پونچھ اور راولاکوٹ کے پہاڑ تھے یا میرپور اور سرینگر کے میدان
کشمیری حریت پسند ڈوگرہ ظالموں اور غاصبوں کا ہر جگہ تعاقب کرتے رہے اگرچہ ڈوگرہ
حکمران ریاست ہی کے باشندے تھے لیکن ۱۹۴۷ء میں مہاراجہ ہری سنگھ نے
تقسیم ہند کے موقع پر کشمیر کے مستقبل کے بارے میں جو سامراجی پالیسی اختیا

اس کے تعلق سے وہ واجب القتل ہی تھا۔ بزدل مہاراجہ وادیٔ کشمیر سے بھاگ کر
پہنچا تو وہاں جوشِ انتقام میں لاکھوں مسلمانوں کا قتلِ عام کرایا۔ چوہدری غلام عباس
صاحب اور چوہدری حمید اللہ کے عزیز و اقارب کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا گیا یہ کسی
پوشیدہ نہیں۔ جوانوں اور بوڑھوں کو قتل اور عورتوں کو اغوا کیا گیا۔ بچے تو نیزوں
نوک پر تڑپتے رہے۔ یہ قتل عام ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت ہوا اور اس سکیم کی تشکیل
تکمیل میں مغرور مہاراجہ ہری سنگھ نے اہم رول ادا کیا۔ تقریباً ڈھائی لاکھ جموی مسل
شہید ہوئے اور پانچ لاکھ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہاں میں نظریاتی مسلمان
حیثیت سے عدل و انصاف کی زبان میں عرض کردوں کہ تقسیم ہند کے موقع پر بھارتی اور پاکستا
پنجاب میں جو کچھ ہوا وہ سب قابلِ مذمت ہے۔ اسلام قتل و غارت، اغواء، آتش
کی تعلیم نہیں دیتا۔ ہاں متحدہ ہندوستان اور ریاست جموں و کشمیر میں فتنہ و فساد
دوران جو کچھ ہوا وہ سب کچھ جذباتی سیاست کی پیداوار تھی۔ تصوف کے حامی مسلما
ہوں یا اہنسا کے علمبردار ہندو دونوں احترام انسانیت کے داعی ہیں۔ افسوس کہ ج
مملکت لاکھوں مسلمانوں کی گردنوں کی قیمت پر معرضِ وجود میں آگئی وہ چالیس سال
ایک مثالی اسلامی ریاست نہ بن سکی۔ یہ تو نظریۂ پاکستان سے بے وفائی اور غداری کا
تھا کہ عظیم پاکستان صرف ۲۴ سال کے اندر اندر دو حصوں میں بٹ گیا۔ پاکستان کے
سیاستدانوں نے نہ تو اپنے ملک سے وفا کی اور نہ ہی کشمیر کے تئیں تدبر اور فہم و فراس
پر مبنی پالیسی اختیار کرنے کی زحمت گوارا کی۔ نتیجہ کے طور پر آج جنوبی ایشیا کے مسلما
برہمنی سامراج کی نفسیاتی گرفت میں ہیں۔ کاش جنوبی ایشیاء کے مسلم عمائدین خوا
وہ بنگلہ دیش میں کام کر رہے ہوں یا پاکستان میں۔ کشمیر میں یا ایران و افغانستان
ملی مسائل کے بارے میں متفقہ پالیسی اور مؤقف اختیار کرتے! یہ ایک الگ موضوع
جس پر کافی کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

ہم بطلِ حریت فرزندِ کشمیر علامہ اقبال کی روح کو سلام کہتے ہیں انہوں نے نہ
یہ کہ کشمیر کے دبے ہوئے مسلمانوں کو راہِ جد و جہد اختیار کرنے کی دعوت دی بلک

جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کے تصور کی تجدید بھی کی ہم احرار پارٹی کے مجاہدوں کو سلام کہتے ہیں جنہوں نے کشمیری مسلمانوں کی حمایت میں ڈوگرہ اقتدار کو للکارا۔ ہم کشمیر کے اُن سبھی مجاہدوں اور غازیوں کو بھی سلام کہتے ہیں جنہوں نے گروہی عصبیت اور لیڈروں کے ذاتی استکبار اور استیلا کی سیاست سے دامن بچاتے ہوئے صرف حق کی سربلندی اور اللہ کی رضا کے لیے جان و مال کی قربانیاں پیش کیں۔ جولائی ۱۹۳۱ء کے شہداء تھے یا موئے مقدس تحریک کے مقتول، یہ سب اللہ کے شیدائی تھے اور اللہ ہی کی راہ میں شہید ہوئے۔ فلسطین کے محکوم مسلمانوں کی حمایت کا مسئلہ ہو یا پاکستانی بھائیوں کے دُکھ درد میں شریک ہونے کا موقع، کشمیری مسلمان سڑکوں پر نکل کر اعدائے دین کے خلاف انتقامی کارروائی کے ذریعے اپنے وجدانی جذبات اور فطری احساسات کا اظہار کرتے ہیں۔ مرحبا! یہ جذبہ کتنا نیک ہے یہ ادا کتنی دلفریب اور حسین ہے۔ کشمیری مسلمان تو مسلم دنیا کے ساتھ ہر مرحلہ پر یکجہتی کا اظہار کرتے رہے لیکن مسلم دنیا مسئلہ کشمیر کی اہمیت سے بے خبر ہے حتیٰ کہ پاکستان کے وہ اخبارات جو کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دینے میں پُرجوش وکیلوں کا رول ادا کر رہے ہیں۔ کشمیری غازیوں اور شہیدوں کو تاریخ میں اپنا مقام دلانے میں بخل برت رہے ہیں۔ کشمیر کی نئی نسل کے باہوش مجاہد مسلم دنیا کی اس منافقانہ روش کے خلاف بھرپور احتجاج کرنے کے لیے تاریخ بالاکوٹ کی یاد تازہ کرنا چاہتے ہیں جس جنگ میں اعدائے دین خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے۔ اُس میں منافقین کے جھوٹے وقار کا قصر بھی زمین بوس ہوگا۔ انشاء اللہ

اُس چمن میں کوئی لطفِ نغمہ پیرائی نہیں
جس کے پھولوں کو اخوت کی ہوا آئی نہیں

۱۹۴۷ء میں کشمیری حریت پسندوں کی مسلح جد و جہد کے نتیجے میں جن بزرگوں کو مہاجرت کی زندگی گذارنے پر مجبور ہونا پڑا اُن میں اور لوگوں کے علاوہ مولانا محمد یوسف شاہؒ صاحب اور چوہدری غلام عباسؒ صاحب بھی شامل ہیں۔ ان بزرگوں کی ہجرت نے

اُن خطاؤں کا خود بخود کفارہ ادا کیا جو ان سے منسوب ہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے
کہ جس پاکستان کے لیے انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کیا اُس نے اُن کے جذبات
کا کس حد تک احترام کیا؟ محترم چوہدری غلام عباس صاحب زندگی کے آخری لمحے تک
فکرِ کشمیر سے مثلِ سیماب بیقرار رہے۔ چوہدری صاحب الحاقِ پاکستان تحریک کے پُرجوش
نقیب اور داعی تھے۔ ان کی للّہیت اور پاکستان دوستی ایک مسلم حقیقت ہے الحاقِ
پاکستان کے مؤقف کے تعلق سے انہیں تاریخ کشمیر میں سند کے طور پر پیش کیا جا
ہے۔ انہوں نے اپنے نظریات پر سب کچھ قربان کیا۔ ان حقائق کے باوجود یہ بھی
ایک حقیقت ہے کہ وہ کشمیر کے تئیں پاکستان کے حکمرانوں کی پالیسی سے مطمئن نہیں تھے
۹ اگست ۱۹۵۳ء کو جب شیخ محمد عبداللہ کو "بھارتی دوستوں" نے گرفتار کیا اور کشمیر
میں تحریکِ حریت نئے مرحلے میں داخل ہوئی تو یہاں چوہدری غلام عباس صاحب نے
گوشۂ عزلت کو خیرباد کہتے ہوئے مقبوضہ کشمیر کے مجاہدوں کی حمایت میں بھ[illegible]ید
تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ آزاد کشمیر اور پاکستان میں مقیم کشمیریوں میں نیا جوش و خ[illegible]
پیدا ہوا۔ جمود اور جماؤ کی کیفیت ختم ہوئی، جنگ بندی لائن عبور کرنے کی نیت رکھنے
والے ہزاروں کشمیریوں کو گرفتار کرکے زینتِ زندان بنا دیا گیا۔ چوہدری غلام عباس
صاحب کا لب و لہجہ تلخ تر ہوا۔ جب وہ کشمیر کی مظلوم عورتوں اور مردوں کا ذکر کرتے تو
ان کی آنکھیں نمناک ہو جاتیں تھیں۔ ایک موقع پر انہوں نے پوچھا "کیا پاکستان صرف
اتنا چاہتا ہے کہ کشمیر کے بیٹے بیٹیاں جامِ شہادت نوش کرکے یہاں کے اخبارات
کے لیے چار کالمی سُرخیاں مہیا کرتے رہیں۔" چوہدری صاحب کی قیادت میں مسلم
کانفرنس نے حمایتِ غلامانِ کشمیر کی جاندار تحریک چلائی۔ کانفرنس نے کشمیر کے بارے
میں سخت موقف اختیار کیا۔ ۶، ۷ مئی ۱۹۶۱ء کو مسلم کانفرنس کا تیسواں سالانہ اجلاس
منعقد ہوا۔ اجلاس میں جو قرارداد پاس ہوئی اُس کا متن یوں ہے۔

"آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی جنرل کونسل آزادیٔ کشمیر کی [illegible] صورتحال
کا جائزہ لینے کے بعد اس تشویش کا اظہار کرتی ہے کہ [illegible]

اور خدا پر بھروسہ کے خصوصی پہلوؤں سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ کشمیری عوام کی تحریک
محکومیت کے خلاف مسلسل جدوجہد سے بھری پڑی ہے یہاں تک کہ دشمن کے
وسائل اور طاقت کی پرواہ کیے بغیر بدترین حالات میں آزادی کی جنگ لڑ چکے ہیں
...... ایسے وقت پر جبکہ فتح و کامرانی ہمارے قدم چوم رہی تھی ہمیں اس یقین دہانی
پر اپنی تلوار نیام میں رکھنے پر مجبور کیا گیا کہ ہمیں اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کا
حق دیا جائے گا۔ بین الاقوامی طاقتوں کی یہ یقین دہانی ایک دیانتدارانہ وعدہ تھا یا عیارانہ
چال، بہرحال بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ اس یقین دہانی کی حیثیت ایک عیارانہ چال
سے زیادہ نہ تھی جنگ بندی کے معاہدے کے بعد ہم اس اُمید پر ذلت کی حد تک جھکتے
چلے گئے کہ ممکن ہے ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے میں مدد مل سکے اور اس طرح اپنی قومی
زندگی کے تیرہ سال ضائع کیے۔ اب ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم تو بے وقوفوں کی جنت
میں بستے ہیں اور وعدہ کرنے والی بڑی طاقتیں اپنے وعدوں میں اتنی ہی عیار نکلیں
جتنے ہم سادہ لوح اور مخلص ہیں۔ بڑی طاقتوں کی ایک ہی مصلحت تھی اور وہ
مصلحت ان کا اپنا مفاد ہے۔ ان کی بین الاقوامی حمایتیں اور سیاسی وعدے محض فراڈ
تھے۔ بین الاقوامی سیاست میں پاکستان کی اپنی مشکلات تھیں کیونکہ اُس نے اپنے داخلی
ترقیاتی پروگراموں کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ اور اپنے آپ کو مضبوط بنانا تھا۔ دوسری
طرف بھارت نے وقت کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور کشمیر پر اپنے غاصبانہ قبضے
کو مضبوط بناتا چلا گیا۔ بھارت کے عزائم اب پوشیدہ نہیں رہے۔ وہ کشمیر
کو کسی بھی صورت میں چھوڑنے والا نہیں ...... موجودہ صورتحال میں جس سے
ہم دوچار ہیں یہ سنہری اصول ہمارے سامنے ہے کہ "اپنی مدد ہی بہترین
مدد ہے" دراصل اللہ تعالیٰ بھی ان لوگوں کی ہی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ
کرتے ہیں۔ اس لیے جنرل کونسل فیصلہ کرتی ہے کہ کشمیری عوام کو تحریکِ آزادی پھر
سے شروع کرنی چاہیئے۔

ہم نے یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کیا ہے کہ اس اُمید اور توقع پر کیا

ہے کہ جو لوگ بنی نوع انسان کی آزادی پر یقین رکھتے ہیں وہ ہمارا ساتھ دیں گے اور اس مقدس جدوجہد میں ہماری مدد کریں گے ...... جنرل کونسل قائد ملت جناب غلام عباس صاحب کی قیادت پر فخر و اعتماد کا اظہار کرتی ہے۔

مرحوم چوہدری غلام عباس صاحب کے سیاسی مرید و مسلم کانفرنس کی اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کیا کیا یہ تو ایک الگ موضوع ہے ہاں اس قرارداد سے پاکستان نے اشارہ پاکر اوپریشن جبرالٹر کا پلان بنا دیا ٹھیک ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے لیڈروں کی محاذ رائے شماری تحریک نے بھی محرک کا کام کیا بہرحال اس گوریلا پلان کے سلسلے میں کسی بھی معتبر کشمیری رہنما کو اعتماد میں لینے کی کوشش نہیں کی گئی۔

١٩٦٥ء کے اوپریشن جبرالٹر کے بارے میں جب چوہدری غلام عباس صاحب سے سوال کیا گیا کہ انہوں نے جواب میں فرمایا:

"مجھے تو اس بارے میں کوئی علم نہیں کہ کیا سکیم ہے۔ لیکن بشیر! ایک بات یاد رکھیں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ پونچھ، راجوری، ہندواڑہ اور راوڑی کے محاذوں کے قریب جو مسلمان رہتے ہیں وہ تباہ ہو جائیں گے۔ ......

... ان کو گھر بار چھوڑ کر یہاں آنا پڑے گا اور پاکستان میں ان کی آبادکاری کا ایک اور مسئلہ کھڑا ہوگا۔ مجاہدین چند دن کامیابی حاصل کریں گے اس کے بعد مسئلہ سیکورٹی کونسل میں پیش ہوگا۔ دوبارہ جنگ بندی ہوگی۔ اس کے بعد ان علاقوں میں بھارتی فوج ان مسلمانوں کو چن چن کر قتل کرے گی۔ جنہوں نے کشمیری جانبازوں (یا پاکستانی غازیوں) کی مدد کی ہوگی۔ باقی جو بچیں گے انہیں پاکستان میں دھکیل دیا جائے گا۔" (ملاحظہ ہو قائد کشمیر، چوہدری غلام عباس از بشیر قریشی، ص ١٥٥) چوہدری صاحب منظم اور فیصلہ کن جہاد میں یقین رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بعد میں اوپریشن جبرالٹر کے سلسلے میں مشروط حمایت کا اعلان کیا تھا کہ مجاہدین مکمل فتح تک جنگ جاری

رہیں گے خواہ سلامتی کونسل جنگ بندی پر کتنا ہی زور لگائے بقول چوہدری صاحب "جو جنگ ہمارے مجاہدوں نے میدانِ جنگ میں جیتی تھی وہ ایوب خان اور ان کے ساتھیوں نے تاشقند کی میز پر ہار دی"۔ یہ تھی قائد کشمیر کی سیاسی بصیرت اور فراست کی گہرائی اور گیرائی۔ تاریخ بتا رہی ہے اوپریشن جبرالٹر کے بعد وہی کچھ ہوا جس کی چوہدری صاحب نے پیش گوئی کی تھی بہرحال فوجی ڈراموں اور ہنگاموں کو جنگ آزادی کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

اوپریشن جبرالٹر اور ستمبر ١٩٦٥ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان تاشقند میں روسی کرم فرماؤں کے زیرِ سایہ جو معاہدہ ہوا اس نے ان کشمیری حریت پسندوں کو "اپنی مدد آپ" کے اصول کے تحت جنگ آزادی جاری رکھنے کی تحریک دی جو پہلے ہی سے مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے سلسلے میں سنجیدہ غور و فکر پر مبنی عملی جدوجہد شروع کرنے کی نیت رکھتے تھے۔ غیرتِ کشمیر بطلِ حریت مقبول کشمیر کی جنگ آزادی کے نقیبِ اوّل کی حیثیت سے سامنے آئے۔ شہید کشمیر مقبول بٹ صاحب پہلی دفعہ ١٩٦٦ء میں وادی کشمیر میں داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ میجر امان اللہ مرحوم اور شہید اورنگزیب بھی تھے وہاں کئی مہینوں کی سرگرمیوں کے بعد مقبول صاحب بھارتی فوجوں کے خلاف ایک معرکہ میں جس میں اورنگزیب شہید شہید ہوئے گرفتار ہوئے۔ انہیں سزائے موت دی گئی لیکن مشیتِ ایزدی کے تحت انہوں نے سنٹرل جیل سرینگر سے فرار ہونے کا موقع پالیا۔ دسمبر ١٩٦٨ء میں سولہ دن کے ضمیر آزما سفر کے بعد آزاد کشمیر میں وارد ہوئے۔ یہاں انہیں دلائی انٹروگیشن کیمپ میں اذیت پہنچائی گئی۔ ہاں میجر کیانی صاحب نے مقبول کی شخصیت کا احترام کیا۔ دوستانہ گفتگو کے ذریعے ان کے درد دل کو سمجھنے کا حق ادا کیا۔ مقبول صاحب پھر متحرک ہوئے محاذ رائے شماری اور نیشنل لبریشن فرنٹ کے قائد قرار پائے۔ سانحۂ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد ان کا یہ نظریہ کہ کشمیر کی جنگ آزادی کا (Initiative) خود کشمیریوں کے ہاتھ میں ہونا چاہیے اور مضبوط ہوا۔ گنگا ہائی جیکنگ کے سلسلے میں انہوں نے اپنے

بیسیوں رفقاء سمیت شاہی قلعہ لاہور میں جو مصیبتیں جھیلیں اُن سے اُن کا جذبۂ حریت اور قوی ہوا۔ کشمیر کاز کے شیدائیوں اور متوالوں نے دوستوں اور دشمنوں کی اذیت کی پرواہ کیے بغیر اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا عزم کیا اور اس کو جہاں اللہ کی رضا کا ذریعہ بنا دیا وہاں اسے درد کا درماں بھی قرار دیا کیونکہ ان کے جذبات مجروح ہوئے تھے۔ آرزوؤں اور تمناؤں کو ٹھیس پہنچی تھی مجروح جذبات اور مضروب احساسات کی تشفی شہادت کے مجاہدانہ اور مومنانہ جذبے سے ہی ہو سکتی تھی۔ یہ شوقِ شہادت ہی حکایات اور شکایات کا جواب تھا جس سے قومی امنگیں پوری ہو سکتی تھیں اور اس راہ میں ۱۹۷۶ء میں جدوجہد کا وقت شروع ہوئی جب شہید مقبول بٹ صاحب پھر وادیٔ کشمیر میں داخل ہوئے۔ لمحۂ شہادت تک آپ مسلکِ خودداری اور غیرت پر چٹان کی طرح قائم رہے۔

ے پھرا کرتے نہیں مجروحِ الُفت فکرِ درماں میں
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو

(ملاحظہ ہو "پیامِ حق" از اعظم انقلابی صہ ۳۲)

شہید مقبول بٹ صاحب تہاڑ جیل دہلی میں آٹھ سال تک معتکف رہے اور بالآخر ۱۱ فروری ۱۹۸۴ء کو جامِ شہادت نوش کیا۔ یوں ایفائے عہد کا وعدہ پورا ہوا جس کا اعادہ انہوں نے قائدِ ملت چوہدری غلام عباس صاحب کی وفات پر کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ "چوہدری صاحب کے مشن کو ہم جان پر کھیل کر بھی پورا کریں گے اور تحریک آزادیٔ کشمیر جاری رکھیں گے" (قائدِ کشمیر از بشیر قریشی)

کاش مسلم کانفرنس کے بزرگ بشمول سردار عبدالقیوم خان صاحب ان تاریخی جملوں سے نئی منظم اور مؤثر عملی جدوجہد کی تحریک پاتے۔ مقبوضہ کشمیر کے حریت پسند "مسلکِ عباسؒ اور مشربِ مقبولؒ" کی عملی تصویر بنے ہوئے ہیں وہاں فکری اور عملی جہاد کی قندیل روشن ہو چکی ہے وہاں گولی اور سولی، آگ اور خون، آہوں اور نالوں اور شبگیر کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں مگر یہاں آزاد کشمیر میں قبرستان [illegible]

[illegible] سماں بندھا ہے۔ شہید مقبول بٹ صاحب اپنے ایک خط میں دست [illegible] ہیں۔

"حق و باطل کی اس صبر آزما جنگ میں جو اپنی نوعیت کے باعث ہمیشہ طویل المیعاد [illegible] نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ وقت کا گذر اور حالات کی نامساعدگی اس [illegible] کو متاثر تو کر سکتے ہیں مگر اس کو ختم (Terminate) نہیں کر سکتے اِس [illegible] کی تمام تر شدت کے ساتھ جاری رکھنا اہلِ حق کا سب سے بڑا فریضہ ہے [illegible] کی ادائیگی میں تغافل ایک ایسی کیفیت پر منتج ہوتا ہے جس میں انسانیت [illegible] اپنے وجود کے اصل مفہوم و مدعا سے عاری ہو کر رہ جاتی ہے بلکہ زندگی کی [illegible] اور افراد و اقوام کو شرف و عروج کی معراج تک لے جانے والی ان مساعی [illegible] رفتار بھی مدھم پڑ جاتی ہے جو ابتدائے آفرینش سے ہی انبیاء کی سنت، صلحاء کا [illegible] اور انسانی تاریخ کو نت نئے موڑ عطا کرنے والے انقلابیوں کا شعار رہا ہے انسانیت [illegible] قبیل میں برگزیدہ شخصیتوں کی ہمسری کا دعویٰ ہمارے لیے چھوٹا منہ اور [illegible] کے مترادف ہوگا مگر اتنا ضرور ہے کہ اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود ہم اُن کے [illegible] لیے مشعلِ راہ بنا سکتے ہیں اور جب تک ظلم و ستم کی سیاہ رات کے سائے [illegible] منڈلاتے رہیں ستونِ دار پر سروں کے چراغ روشن کرتے چلیں۔ مجھے [illegible] شعورِ ایمان کی پختگی کے ساتھ میدانِ جہد و عمل میں تواصوا بالحق اور [illegible] کی عظیم روایات کے امین ہی انسانیت کو ظلم و عدوان کے عبرتناک نتائج [illegible] ہیں کیونکہ یہی کچھ مشیتِ ایزدی ہے۔ جہد و عمل میں یہ قدریں پہلے مستحکم [illegible] فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ۔
[illegible] تمام تابناکیوں کے ساتھ ظہور پذیر ہو کر اہلِ حق کو سرخروئی کی منزلوں سے ہمکنار [illegible] کہ خدائے عظیم و بزرگ ہمیں اہلِ حق کے اسی قبیل میں شمولیت کی توفیق [illegible]" (ماخوذ از پیامِ حق)

[illegible] بٹ صاحب ہندوستان میں چھپی ہوئی انگریزی کتاب "دی انڈین جیل"

کی مُصنفہ کو تہاڑ جیل میں دیئے گئے انٹرویو میں فرماتے ہیں۔

" مذہب نہ صرف اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس نے قوموں کی تہذیب میں تعمیری رول ادا کیا ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ مذہب اب بھی سماجی زندگی کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے اور کرتا رہے گا اور ہر ایک مصلح کو اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں مسلمان ہوں اور دینِ اسلام کا ایک ادنیٰ عارف ہوں اگرچہ میں نے اس دین کا وسیع مطالعہ نہیں کیا ہے تاہم یہ تو دینِ اسلام ہی ہے۔ جس نے میری شخصیت کی تعم میں اہم رول ادا کیا ہے۔

" اپنی زندگی کی آخری خواہش کے طور پر میں اُن لوگوں سے جو میرے نظریات، جذبا اور تمناؤں کے شریک ہیں یہ کہوں گا کہ حالات خواہ کتنے ہی بد تر کیوں نہ ہوں وہ اپنے مقاص کے حصول کے لیے عزم و استقلال سے کوشش کرتے رہیں۔"

(ماخوذ از پیامِ حق)

ہم ذرا اپنے دلوں کو ٹٹول کر دیکھیں کہ ہم شہید مقبول کے پیغام کا کتنا سنجید نوٹس لے رہے ہیں۔ مرحوم چوہدری غلام عباس صاحب کے معنوی فرزند نے اپنا وع تو پورا کیا لیکن مُریدانِ عباس ایفائے عہد کی سعادت تو پاتے نہیں؟۔ اسلامی خود مختا کشمیر کے داعیٔ اوّل نے تحریکِ حریتِ کشمیر کو نئی سمت عطا کی۔ دلوں کو نیا ولولہ اور جوش بخشا اور کشمیری نوجوانوں کو راہِ عزیمت و شہادت کے رموزِ خودی اور غیرت سکھائے۔ شہ مقبول کے مشن کی تکمیل کے لیے اُن کے دوست اور رفیق برابر محوِ عمل ہیں۔ یہ لوگ اس وقت پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر میں کا کر رہے ہیں۔ کچھ برطانیہ اور امریکہ میں ہیں۔ کچھ ہالینڈ اور سعودی عرب میں ہیں۔ غرضیکہ رفقاءِ مقبول جہاں بھی ہیں اپنے وطنِ عزیز کی آزادی کے لیے جہدِ پیہم میں مصروف ہ کشمیر لبریشن فرنٹ کے سربراہ امان اللہ خان صاحب نے اپنی زندگی کے قیمتی ماہ و سال جیلوں اور دیارِ غیر میں گذارے۔ ضعفِ بدن کے باوجود ان کا ذوقِ عمل بڑھتا ہی جا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے معتدل مزاج وکیل اور ترجمان کی حیثیت سے امان اللہ صاحب فرماتے ہیں

" پاکستان کی فاش غلطیوں کے باوجود اسے ہی مسئلہ کشمیر کے بارے میں موجودہ صورتحال کا ذمہ دار قرار دینا اُس کے ساتھ سراسر زیادتی ہوگی۔ اس صورتحال کی ذمہ داری ریاست کے دونوں طرف کے لیڈروں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ بھارتی مقبوضہ کشمیر میں وہاں کی سب سے بڑی سیاسی شخصیت شیخ عبداللہ نے ڈوگرہ راج کے خلاف طویل جدوجہد اور ۱۹۵۳ء سے ۱۹۷۴ء تک کے دو عشروں کے دوران تقریباً پندرہ سال تک پسِ دیوارِ زندان یا گھر پر نظر بند رہنے کے باوجود مجموعی طور پر بھارت کے کٹھ پتلی کا کردار ادا کیا۔ وہ اپنے دورِ اقتدار میں ایک طرف تو ریاست کے محبِّ وطن اور بھارت دشمن کشمیریوں کو بری طرح کچلتے رہے اور دوسری طرف بین الاقوامی سطح پر بھارت کے ہاتھ مضبوط کرتے رہے شیخ صاحب اپنی اسیری اور نظر بندی کے دوران بھی کشمیر کے لیے کسی واضح منزل کی نشاندہی کے باوجود مبہم مطالبات ہی کرتے رہے اور دوبارہ اقتدار پاتے ہی اُن سے بھی دستبردار ہو کر بھارت کے گیت گانے لگے۔ مقبوضہ کشمیر میں دوبارہ برسرِ اقتدار آنے والے دوسرے لیڈروں بشمول بخشی غلام محمد، جی ایم صادق، میر قاسم، فاروق عبداللہ اور جی ایم شاہ نے تو بھارت کی جی حضوری میں رہی سہی کسر بھی پوری کی۔ جہاں تک آزاد کشمیر کا تعلق ہے ریاست کے اس علاقے کو آزاد کرا کر یہاں ایک انقلابی حکومت قائم کرنے کا بنیادی مقصد اس علاقے کو بیس کیمپ بنا کر ریاست کے باقی حصے کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنا تھا لیکن ۱۹۴۹ء میں جنگ بندی کے بعد اس وسیع آزاد شدہ حصے کے بڑے حصے گلگت، بلتستان کو پاکستان کی حکومت نے کشمیری لیڈروں کی مرضی سے، براہِ راست اپنی تحویل میں لیا اور اسے کشمیری سیاست، مسئلہ کشمیر اور تحریک آزادیٔ کشمیر سے بالکل لاتعلق کر دیا۔ باقی حصے کے لیڈر جنگِ آزادی چھوڑ کر جنگِ اقتدار میں مصروف ہوئے اور تحریکِ آزادی کے سلسلے میں ان کی سرگرمیاں زبانی جمع خرچ تک محدود ہو گئیں۔ آزاد کشمیر کی بڑی پارٹیوں میں سے کسی نے بھی جنگِ آزادی کے دو اہم محاذوں یعنی مسلح جدوجہد اور سفارتی جدوجہد کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بلکہ جن چھوٹی تنظیموں جن میں جموں کشمیر نیشنل لبریشن فرنٹ اور جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ بھی

شامل ہیں نے ان محاذوں پر جدوجہد کرنے کی کوشش کی۔ اکثر بڑی جماعتیں اُنکی مدد کرنے کے بجائے اُن کے راستے میں دیوار بن گئیں۔ ان حقائق کے پیشِ نظر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مسئلہ کشمیر اور تحریک آزادیٔ کشمیر سے متعلق موجودہ صورتحال کی تمام ذمہ داری پاکستان کی حکومتوں کے ساتھ ساتھ کشمیری لیڈروں پر بھی عائد ہوتی ہے۔
(ماخوذ از:۔ مسئلہ کشمیر اہلِ پاکستان اور پاکستان نواز کشمیریوں کی عدالت میں۔ امان اللہ خان)

ہم مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے لیے جدوجہد کرنے والے ہر ایک کشمیری رہنما اور مجاہد کو سلام کہتے ہیں۔ اللہ اُن کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ ان کو نیا عزم اور حوصلہ عطا کرے۔ اُن کی آہوں اور دعاؤں کو قومِ کاشمر کی نجات کا ذریعہ بنا دے۔ محاذِ رائے شماری کے رہنما جناب عبدالخالق انصاری صاحب ہوں یا آزاد مسلم کانفرنس کے چوہدری سلطان محمود صاحب، جماعت اسلامی کے بزرگ ہوں یا جمعیت علماء آزاد کشمیر کے زُعماء کرام، مقبوضہ کشمیر کی حریت پسند تنظیموں کے مجاہد ہوں یا اُن کے معاون محسنین غرضیکہ وہ سبھی کشمیری جو مسئلہ کشمیر کے تصفیہ اور کشمیر کی آزادی کے لیے مثلِ سیماب بیقرار ہیں واجب الاحترام ہیں۔ ہم کشمیر کی آزادی کے لیے عملی جدوجہد کرنے والے ایک ایک کشمیری مفکّر، صحافی وکیل، تاجر، ادیب، ڈاکٹر، انجینئر، مدرس، معلم، متعلم، مجاہد اور انصار کو سلام کہتے ہیں ہم اس بات سے آگاہ ہیں کہ کشمیری حریّت پسند دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہاں ہمیں اس بات کا اعتراف کرنے میں فخر محسوس ہورہا ہے کہ "اپنی مدد بہترین مدد ہے" کے اصول کے تحت شہید کشمیر محمد مقبول بٹ صاحب نے ۱۹۶۶ء میں جس تحریک کا آغاز کیا تھا وہ آج پورے آب و تاب کے ساتھ جاری ہے مقبول تو ہمارے نزدیک بھی مقبول ہے اور اللہ کی نظر میں بھی مقبول ہی ہے پس مقبول کی ہر ایک مجاہدانہ ادا مقبول ہے۔ آج کشمیر کے نوجوان مقبول بٹ کی راہ پر گامزن ہیں۔ یہ راہ تسلیم و رضا اور شوقِ شہادت کا راستہ ہے اس راہ پر چلنے کے لیے بڑے ہی دل گردے کی ضرورت ہے یہاں نام و نمود کا شوق ناپید، شہرت کی آرزو سے بیر، جاہ و حشمت سے نفرت اور تن آسانی سے عداوت ہوتی

ہے۔ مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے سلسلے میں مرحوم کے ایچ خورشید کی آرزوؤں اور کوششوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ خورشید حریّت مرحوم کے ایچ خورشید کا یہ مؤقف کہ کشمیر کی آزادی کے لیے سیاسی اور فوجی حکمت پر مبنی ٹھوس قابل عمل پالیسی اختیار کی جائے آج بھی اہم ہے قائد اعظم کے سیکریٹری اور کشمیری حریّت پسندوں کے محبوب رہنما محترم خورشید صاحب کا مطالبہ تھا کہ آزاد کشمیر بشمول گلگت بلتستان کو آزادی کے حقیقی بیس کیمپ میں تبدیل کیا جائے تاکہ مقبوضہ کشمیر کی جنگ آزادی فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو جائے اُن کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ آزاد علاقے کو تسلیم کیا جائے تاکہ کشمیری اپنی آزادی کی جنگ خود لڑیں اور پاکستان محفوظ رہے۔

سانحۂ سقوطِ ڈھاکہ اور معاہدہ شملہ میں پاکستان کے معذرت خواہانہ مؤقف کے باوجود پاکستان کی رگِ حمیت پھڑکتی نہیں۔ یہ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی فکر و تدبر کی دین ہے کہ انہوں نے شکست خوردہ پاکستان کا یہ مؤقف کہ مسئلہ کشمیر بھارت اور پاکستان کے درمیان واقعی ایک مسئلہ ہے معاہدۂ شملہ میں شامل کروالیا اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے سابق صدر مرحوم جنرل ضیاء الحق صاحب نے بھی اس معاہدہ کی اہمیت اور افادیت کے تعلق سے بھارت سے تعلقات بڑھانے کی پالیسی پر قائم رہنا قومی دفاعی حکمتِ عملی کا اضطراری لازمی جز قرار دیا۔ خود مرحوم ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے پاکستان قومی اسمبلی میں شملہ معاہدہ پر بحث کے دوران فرمایا کہ مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کی واحد صورت یہ ہے کہ کشمیری اپنی آزادی کے لیے خود جدوجہد کریں اور پاکستان کے ترجمان کی حیثیت سے میرا یہ مقدس وعدہ ہے کہ اگر کشمیری قوم میدان جدوجہد میں کود پڑے تو پاکستان اُن کی بھرپور اخلاقی اور مادّی مدد کرے گا۔ اگر مرحوم بھٹو کے غیوّر جانشین بھٹو صاحب کے اعلان اور وعدہ کا پاس و لحاظ رکھنے کی نیّت پر قائم رہے تو وہ دن دور نہیں جب کشمیر کی جنگ آزادی فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوگی اور بھارت کشمیریوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا۔ بھٹو صاحب کے سیاسی مُرید اپنی سیاسی کوتاہیوں کا کفّارہ ادا کرنے کا عزم کریں تو وہ لوگ جو کل تک معترض تھے معترفِ سعادت ہوں گے۔

اور اللہ اس سعی عزیمت کو کچھ لوگوں کی نجات کا ذریعہ بھی بنا دے گا۔ ہم مریدانِ بھٹو کو یاد دلائیں کہ مرحوم بھٹو کے انتقال کے موقع پر سرینگر میں ماتمی مظاہروں کے دوران ایک درجن کے قریب نوجوان بھارتی گولیوں کا نشانہ بنے۔ عام کشمیری غم سے اتنے نڈھال ہوئے کہ وہ ذہنی توازن کھو کر اپنے دینی بھائیوں کے گھر جلانے لگے۔ جنرل ضیاء الحق صاحب دارِ فانی سے رخصت ہوئے تو اُس وقت بھی نصف درجن کشمیری نوجوان جذبۂ اخوت میں نذرانۂ جان پیش کرنے میں مستعد رہے۔ کشمیری مسلمان تو اخوتِ اسلامی کی ایک زندہ علامت ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اس جذبہ کے تحفّظ اور دوام کے لیے ہمارے پاکستانی بھائی اپنا بھرپور حصہ ادا کرتے ہیں کہ نہیں؟

ایک ہوں مُسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

تحریکِ بالاکوٹ اور مشہدِ کشمیر

تحریکِ بالاکوٹ توحید اور تقویٰ کی تحریک ہے، معرفتِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ کی تحریک ہے، عزیمت اور شہادت کی تحریک ہے، راہِ حق میں وفا اور تسلیم و رضا کی تحریک ہے۔ اس تحریک کے ابتدائی نقیبوں کا یہ پیغام ہے کہ حق کے شیدائی لاکھ مشکلات اور مصائب کے باوجود غلبۂ حق کی سعی پیہم میں مصروف رہیں۔ حالات کتنے ہی نامساعد ہوں، مخالف قوتوں کی مخالفت کتنی ہی شدید ہو، آپ اللہ کے بھروسہ پر حق پرستی کی تحریک جاری رکھیں۔ آپ قطعاً کبیدہ خاطر نہ ہوں، دل برداشتہ نہ ہوں۔ تمہارے عزائم مضمحل نہ ہوں تمہارے ذوقِ پرواز میں ضُعف پیدا نہ ہو جائے، تم رخصت اور تن آسانی کا راستہ اختیار نہ کرو، ناموافق حالات سے کبھی بھی سمجھوتہ نہ کرو۔ حق کی سربلندی اور شعائر اللہ کے تحفّظ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تیار رہو۔ مجاہدہ کی راہ میں مہاجرت کی صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے مستعد رہو، تمہارا تعلق باللہ اتنا قوی ہو کہ زبان شکوہ اور شکایت سے محفوظ رہے۔ آپ خلوت اور جلوت میں شاکر اور ذاکر رہیں۔ آپ مادی دنیا سے

باطن لاتعلق اور بظاہر حدودِ اضطرار تک وابستہ رہیں۔ خلوت در انجمن کے مصداق آپ اشیائے مادّی کے مشاہدہ کے دوران دیدارِ حق کرنے کا عارفانہ فن سیکھیں تمہارے لیے رزم ہی وہ بزم ہے جہاں تمہارے علم و عرفان اور ایمان و ایقان کو عروج اور ارتقاء نصیب ہو۔ تمہاری راہ فی الحقیقت راہِ جنگ و شکوہ ہے، صبر و ثبات کی راہ ہے فقر و فاقہ کی راہ ہے، عزم و استقلال کی راہ ہے۔ تم ہی تو ہو جو اس دشوار گذار گھاٹی سے گذرنے کی ہمت رکھتے ہو۔ اس گھاٹی سے گذرنے کے بعد ہی تمہیں لقائے ربانی اور راحتِ قلب نصیب ہوتی ہے۔ تمہاری قربانیوں کے صدقے مظلوم اور محکوم مسلمانوں کو نعمتِ حرّیت میسّر ہوتی ہے۔ ان کی بے بسی اور مجبوری کی کیفیت رخصت ہوتی ہے انہیں سیاسی غلبہ اور معاشی خوشحالی کی دولت بھی ملتی ہے۔ تمہارے ہی دم سے دمِ مومنین باقی ہے، ملّت کا بھرم اور ایمان کا جلال و جبروت سلامت ہے تمہارے تصوّر ہی سے اغیار اپنی کمین گاہوں میں لرزہ براندام ہوتے ہیں۔ ان کی نیند حرام ہوتی ہے، خوف و دہشت کی وجہ سے وہ سہمے رہتے ہیں، انہیں اقدام کے بدلے مدافعت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ آپ عملِ جہاد میں شہامت اور شجاعت کا مظاہرہ کریں تو تمہیں وظیفۂ مراقبہ کے ذریعے مقامِ شہود پر متمکن ہونے کی سعادت بھی نصیب ہوگی۔ یہ ہے تحریکِ بالاکوٹ کا پیغام اور پیام۔ یہ تحریک ابھی جاری ہے۔ یہ اوپریشن تسلسل اور تواتر کے ساتھ باقی ہے۔ مشہدِ افغانستان مشہدِ بالاکوٹ کی یاد تازہ کر رہا ہے۔

مشہدِ کشمیر کے شہداء بالاکوٹ کے شہداء کا جذبۂ جہاد اور شہادت باقی رکھنے کا فریضہ پورا کر چکے۔ مجاہدینِ کشمیر اس جذبہ کے تحفّظ کے لیے کشمیر کے دشت و جبل میں محوِ عمل ہیں۔ "ہمارا کشمیر غلام ہے"، وطن دو حصّوں میں بٹ چکا ہے۔ بھارتی مقبوضہ کشمیر کے مجاہد دشمن کا تعاقب کرنے میں برابر مصروف ہیں۔ گلگت بلتستان کے لوگ پاک معاشرہ میں تحلیل ہوئے ہیں۔ انہیں کشمیر کے مقبوضہ علاقہ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ آزاد کشمیر کے فرزندانِ توحید جمود اور جماد

کا شکار ہو چکے ہیں، یہاں قبرستان کی خاموشی ہے۔ دس بارہ لاکھ مہاجرین کشمیر روٹی، کپڑا اور مکان ہی کو کشمکشِ حیات کا محور بنا چکے ہیں۔ آزاد کشمیر کی حریت پسند تنظیمیں گروہی رقابت اور عصبیت کو اپنی جدوجہد کی اساس قرار دے چکی ہے وہاں باہمی افہام و تفہیم کے ذریعے اختلافات مٹانے کی آرزو پیدا ہوتی نہیں۔ مقبوضہ علاقہ کی آزادی کے لیے متحدہ محاذ قائم کرنے کی تمنا ہے نہیں۔ ہم چو مَن دیگرے نیست کی روشِ مشرکانہ کی وجہ سے قربت اور باہمی تعلقِ معنوی کی کیفیت پیدا ہوتی نہیں۔ جس گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن اور محو ہے۔ بزرگانِ دین اور عمائدینِ قوم ایک دوسرے کو خاطر میں لاتے نہیں۔ تکفیر اور تذلیل منشور اور دستور کا حصہ ہے پھر بھی دعویٰ ہے کہ یہ علاقہ مقبوضہ کشمیر کی آزادی کا بیس کیمپ ہے۔ ادھر برادر ملک پاکستان کشمیر کے بارے میں معذرت خواہانہ اور مدافعانہ پالیسی پہ قائم ہے وہاں کشمیر کے بارے میں نئی حکمتِ عملی اختیار کرنے کی آرزو پیدا ہوتی نہیں۔ بین الاقوامی اداروں میں مسئلہ کشمیر ایک کروڑ نفوس پر مشتمل ایک قوم کی آزادی کا مسئلہ نہیں یہ بھارت اور پاکستان کے درمیان سرحدی تنازعہ ہے۔ عالمِ اسلام اس مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ ہے نہیں۔ ان حالات میں جو کشمیری حریت پسند بھی کشمیر کی آزادی کے لیے اپنے Initiative کے ساتھ جدوجہد کرنے کی جسارت کرتے ہیں وہ نشانۂ تنقید اور تنقیص بن جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ پورے کشمیری معاشرے سے isolate ہوتے ہیں اس پہ طرہ یہ کہ تکفیر اور تحقیر کی منظم تحریک کے ذریعے انہیں قابلِ گردن زنی بھی ٹھہرایا جاتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ناموافق منافقانہ ماحول میں مجاہدینِ کشمیر جدوجہد کا وہ کون سا راستہ اختیار کریں جس کے طفیل انہیں نہ صرف یہ کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو بلکہ آزادئ کشمیر کے سلسلے میں ان کی تمناؤں اور امنگوں کی تسکین اور تشفی بھی ہو رہی ہو۔ ہاں یہ طریقِ جدوجہد طریقتِ بالاکوٹ ہی کہلائے گا۔ طریقتِ بالاکوٹ ہی میں اُن کی عزتِ نفس اور کشمیر کی آزادی کا راز مضمر ہے باقی سبھی راستے فی الحال مسدود اور متروک ہیں۔

"کشمیر کے غیور مجاہدو! اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ آپ اپنی ذمہ داریوں سے

آگاہ ہو جائیں۔ آپ اُس بین الاقوامی اسلامی تحریکِ احیاء کے سپاہی ہیں جو سیّد جمال الدین افغانیؒ، علامہ اقبالؒ، مولانا محمد علی جوہر اور ان جیسے بیسیوں بزرگوں کی آہوں اور دعاؤں کے طفیل شروع ہوئی۔ آپ کو ۱۸۳۱ء کے شہداء بالاکوٹ کے پیغام کو عام کرنا ہے۔ سلام ہو سیّد احمد بریلویؒ کی رُوح کو جنہوں نے اللہ سے دُعا مانگی تھی کہ اے اللہ میری لاش بھی باقی نہ رہے تاکہ میری قبر کسی نئی بدعت کا مرکز و محور نہ بنے۔ اللہ، اللہ! توحید کا کیا مقام تھا، فنا فی اللہ کا کیا جذبہ تھا، شہادتِ حق کا کیا شوق تھا۔ ہے کوئی جو آج بھی گروہی لات و منات کے بت توڑ کر راحت پسندی کی روش چھوڑ کر اللہ کے دین کی عظمت کے لیے بالاکوٹ کے گمنام مجاہدینِ اسلام کی طرح میدانِ کارزار میں فنا فی اللہ کا مقام پانے کے لیے بیقرار اور بے چین ہو؟۔ ہے کوئی جو کربلا کے شہداء کی طرح حمیّتِ دین کے ساتھ وقت کے یزید کی تلوار کا مقابلہ کرے۔ مقاومت اور مزاحمت کے دوران اپنے عزیزوں کو آنکھوں سے ذبح ہوتے دیکھے؟ ہے کوئی جو مثلِ خلیلؑ بتانِ آزری توڑ کر نارِ نمرود میں کودنے کا عزم کرلے؟ ہے کوئی جو "زندگی سے بہت پیار ہم نے کیا، موت سے بھی محبت نبھائیں گے ہم" گنگناتے ہوئے دار سے پیار کرنے کا عملی مظاہرہ کرے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ میں اب بھی ایسے بیسیوں بلکہ سینکڑوں مجاہد موجود ہیں جو اسلاف کی طرح شوقِ شہادت اور ذوقِ عمل رکھتے ہیں۔

میرے عزیز مجاہدو! تم ہی تو ہو جو کشمیر کے بازاروں میں اغیار کی گولیوں کے آگے سینہ سُپر ہوئے، جو لاٹھیوں سے مجروح ہوئے جو تھانوں اور انٹروگیشن سینٹروں میں ظلم و تشدد کا نشانہ بنے، جو جیلوں میں زیرِ عتاب رہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہاری مسلسل قربانیوں کی وجہ سے تمہارا جینا دوبھر ہوا ہے۔ تمہارے گھر لُٹ گئے۔ ٹوٹے ہوئے مکانوں میں سرد آہوں اور نالہ ہائے غم کے سوا اور کچھ بھی سننے میں نہیں آتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تمہارے جذبات مجروح اور مضروب ہیں۔ تم کبیدہ خاطر ہو، رنج و ملال نے تمہارے اعصاب پر دباؤ بڑھا دیا ہے۔ لوگوں نے تمہیں

منظر انداز کیا ہے ..... ۔ آپ اس لیے بدقسمت ہیں کہ آپ متاعِ دنیوی کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہیں۔ آپ کے پاس بینک بیلنس نہیں۔ موٹر اور کوٹھی نہیں، سامان تعیّش نہیں۔ پھر بھی آپ کا دعویٰ ہے کہ ہم اس گری ہوئی قوم کی عزت اور آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں، اس کے ملّی اور قومی تشخص کے تحفّظ کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ آپ نے "سارے جہاں کا درد میرے جگر میں ہے" کا جذبہ کہاں سے پایا ہے اس کا سرچشمہ اور مبداء کیا ہے، اس کا منبع اور ماخذ کہاں ہے، اس حقیقت سے تو ہم ہی آگاہ ہیں۔ آپ کے گرد آلود بال، شکستہ کپڑے اور ڈبڈباتی آنکھیں اس قوم کا اصل سرمایہ ہیں۔ پس غم نہ کرو، دل شکستہ نہ ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ یہ قرآن کا اعلان ہے، ربِ کائنات کا وعدہ ہے۔

"میرے مجاہد بھائیو! آپ دنیا والوں سے کہہ دیں کہ یہ دنیوی سامانِ زیب و زینت فی الحقیقت متاعِ غرور ہے۔ دنیا کی ہر چیز دنیا ہی میں رہے گی۔ مال و اولاد فتنہ ہے۔ آپ اصلاحی تحریکوں کے زعماء کرام سے کہہ دیں کہ کسی بھی مضبوط چیز کی مضبوطی کو دوام میسّر نہیں۔ اگر ہزاروں انبیاء اور اولیاء کرام کی تحریکیں اصل حالت اور ہیئت میں باقی نہیں رہیں اگر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونۂ عمل ہماری عملی تحریف کے نذر ہوا۔ اگر مجدّدین اور مجتہدینِ ملّت کے نقوشِ عمل موجود نہیں اگر مصر کی تحریکِ موحّدین، ہند کی خلافت تحریک، سیّد احمد شہید کی تحریکِ مجاہدین کا نام باقی نہیں تو آپ کریڈٹ اور شہرت کے شوق میں اس گروہ بندی اور فرقہ پرستی کو دوام بخشنے کی سعی لاحاصل کیوں کرتے ہیں۔ اس کائنات میں ہر ایک چیز تغیّر پذیر ہے۔ ہر ایک ہیئت اور حالت فنا ہو گی ہاں صرف اللہ کا نام باقی رہے گا۔ معرفتِ الٰہی باقی رہے گی، عشقِ رسولؐ باقی رہے گا" اسلامی اخوت اور محبت کے جذبات باقی رہیں گے۔ مسجدوں کی اذانیں اور قاریوں کی قرأت باقی رہے گی اور یہی کچھ اساسِ دین ہے، یہی متاعِ مومن ہے۔ پس چاہیئے کہ ذاتی اور گروہی غلبہ اور استکبار کی آرزو مٹ جائے۔ ہمہ گیر اتحاد اور اخوّت کی تحریک برپا ہو جائے۔ امامت اور خلافت کے احیاء کے لیے ہر ایک مومن اور مجاہد مستعد رہے

اللہ کی رضا مقصود ہو۔ شعائر اللہ کے تقدس کا تحفّظ مطلوب ہو۔ بس اسی میں ہماری ذاتی اور قومی نجات کا راز مضمر ہے۔ اگر امامت اور خلافت کے احیاء کے لیے ہمہ گیر ملّی تحریک کا اجراء نہیں ہوتا تو وہ دن دُور نہیں جب یہ قوم حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گی اور ایک آنکھ بھی حیرت اور حسرت کے آنسو بہاتی نظر نہیں آئیگی۔ اولی الامر کے حکم کے تحت جو قربانی بھی پیش ہو گی ساحلِ مراد کی طرف پیش قدمی کا پیش خیمہ ہی ثابت ہو گی۔"

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کر دے (اقبالؒ)

(ماخوذ از پیامِ حق)

مجاہدینِ کشمیر کی دُعا

غم و اندوہ سے نڈھال بے بس کشمیری مجاہد ربِّ کائنات کے حضور عرض کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہی ہماری مدد فرما، تو ہی ہماری ڈھارس بندھا، تو ہم پر اپنی رحمتوں کا نزول فرما، ہمیں اعدائے دین کے شر سے بچا، ہمیں اپنوں کی سنگدلی سے محفوظ رکھ، ہمارے بزرگوں کو حقائق سمجھنے اور کم ظرفی و تنگ نظری سے دامن بچانے کی توفیق عطا کر، ملّتِ اسلامیہ کو اتحاد اور اخوّت کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا، ہمیں صداقت اور شجاعت کی تصویر بنا۔ اے اللہ! ہم تجھ سے تو صرف تمہاری ہی ذات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی معرفت سے نواز، عشقِ رسولؐ کی دولت مرحمت فرما، ہمیں حق و صداقت کے لیے مرنے مٹنے کا حوصلہ بخش دے۔ ہم دارِ فانی سے اس حال میں رخصت ہوں کہ تو ہم سے راضی ہو اور ہم تجھ سے۔ بس ہمیں اپنی ملاقات سے نواز اور جوارِ رحمت میں پناہ دے۔ اے قادرِ مطلق! تو اعدائے دین کو مٹا، ہمیں فتح و نصرت کی نعمت عطا کر، ہماری

قربانیوں کو ہمارے وطنِ عزیز کشمیر کی آزادی کا ذریعہ بنا۔ آمین

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دینگے بُت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

مجاہدینِ کشمیر کے لئے ضروری ہدایات

اوپریشن بالاکوٹ کے کشمیری مجاہدین کے لیے لازم ہے کہ وہ کچھ بنیادی باتوں کا خیال رکھتے ہوئے اپنی تحریک جاری رکھیں۔ ہمیں ماضی کی غلطیوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ میدانِ سیاست میں لکیر کے فقیر بنے رہنے اور فنونِ حرب وضرب میں مہارت حاصل کیے بغیر تحریک آزادئ کشمیر کی توقع کرنا خود فریبی ہے۔ ہم بنیادی طور پر مسلمان ہیں اور مسلمان افکارِ عمیق اور تجدید و اجتہاد کا داعی ہوتا ہے۔ ہمیں مزاجِ دین کے ساتھ اپنے وطنِ عزیز کے سیاسی، تاریخی، جغرافیائی، معاشرتی، معاشی، مذہبی اور نفسیاتی پہلوؤں کا بھرپور جائزہ لے کر ہی نئی حکمت عملی (strategy) وضع کرنی ہوگی۔ جہادِ کشمیر میں کامیابی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہوتے دیکھنا ہو تو پھر ضروری ہے کہ

(۱) "ہم سب نئے سرے سے قرآنی اُمّت بننے کی نیت باندھ لیں۔ قرآن و حدیث ہی کو اپنی قوت اور سربلندی و تمکن کا مبداء اور منبع قرار دیں۔ ہم موجودہ گروہ بندی کی روش ترک کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ امامت اور خلافت کے احیاء کے لیے بیقرار ہو جائیں۔ ایسی ہمہ گیر ملّی اور اسلامی تنظیم کو معرضِ وجود میں لانے کی سعی پیہم کریں جس میں سبھی مذہبی اور سیاسی مسالک اور مکاتب سے وابستہ علماء، امراء اور صلحاء جذب ہو جائیں۔ ہمارا امیر فقیر بھی ہو اور مجاہد بھی، عابد بھی ہو اور زاہد بھی، عالم بھی ہو اور معلم بھی۔ اطاعت امیر کا جذبہ اس قدر راسخ ہو کہ امیر کا مشورہ حکم سمجھ کر قبول ہو۔ ایسی اسلامی تنظیم اور وحدت پیدا ہو جائے تو قوم کا شمر کا جمود اور جماؤ ختم ہو گا اور غلبۂ اسلام اور حصولِ آزادی کے لیے مؤثر اور ٹھوس اقدامات کرنا آسان ہو گا پھر مجاہدین اس اتحاد اور اس اتحاد کے مقاصدِ بلند کے تحفّظ کے لیے جانوں کا

نذرانہ پیش کریں تو عمل شہادت میں برکت ہوگی، منزل قریب سے قریب تر نظر آئے گی پس ہم حالتِ انتشار اور افتراق سے ہجرت کر کے توحید، اتحاد، اخوّت، تنظیم اور تحریک کی شاہراہ پر گامزن ہونے کا ارادہ کریں۔ ہم ہجرت کامل کا عملی مظاہرہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یہی عملِ ہجرت غلبۂ اسلام کی تحریک کا پہلا اقدامی عمل ثابت ہوگا پھر بدر و حنین کے مراحل بھی آئیں گے آگے چل کر جنگِ قادسیہ میں کسرائے وقت زیر بھی ہوگا، قیصرِ دہر بھی رام ہوگا۔ عطرِ توحید اور مُشکِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے باغِ مومنین معمور اور معطر ہوگا۔ قلوب منوّر اور مطمئن ہوں گے اور غلام علاقے میں عدمِ تحفّظ کا احساس رخصت ہو گا پھر معاشی خوشحالی اس پر مستزاد ہوگی۔ زکوٰۃ دینے والے تو ہوں گے لیکن لینے والے نایاب ہوں گے"۔ (پیامِ حق)

(۲) ہم مذہبی اور مسلکی اختلافات سے دامن بچائیں کیونکہ شیعہ، سنی، حنفی، شافعی، مقلد اور غیر مقلد، صوفی اور وہابی وغیرہ میرے نزدیک کچھ سے نہیں۔ یہ سب جہنم کی تیاری ہے۔ خودکشی اور استہلاک ہے، موت کے ساتھ لہو ولعب ہے۔ اس زمین و آسمان کی چار دیواری کے اندر اگر کوئی الٰہی قانون کسی جگہ نافذ ہے تو وہ خالصتاً اتحاد اور خالص اتحاد ہے، عملاً اتحاد ہے۔ طوعاً و کرہاً اتحاد ہے، مدافعانہ بلکہ جارحانہ اتحاد ہے روز و شب کا اتحاد ہے۔ اصلاً اور فرعاً اتحاد ہے۔ مکر و فریب سے کہہ دینا کہ اصولاً اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور پھر فرقہ بند بن کر اجل زدہ اُمّت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اُن کی رہی سہی طاقت کو اور سلب کر دینا، اُن میں اشتاتِ عمل، طوائف الملوکی اور موت کے سامان پیدا کر دینا اور پھر اپنے یا سب فرقوں کو بھی جنت کا مکیں سمجھنا میرے نزدیک پرلے درجے کی فریبکاری ہے۔ خدا سے مکر ہے، آشوبِ چشم ہے سودائے سر ہے۔ اُمّت کے کسی موجودہ یا گزشتہ مدعی قیادت کو، کسی پیر یا امام کو، کسی بندے یا ولی کو، کسی سجادہ نشین یا مُرشد کو، کسی خانقاہ یا مزار کو پیشِ نظر رکھ کر ان کا اتباع کرنا، اُن سے تعبد اختیار کرنا، عام جماعت سے الگ ہو کر اتحادِ عمل میں رخنہ ڈالنا میرے نزدیک اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کو پکڑنا ہے، عبادت ماسوا ہے۔ شرک ہے، ظلم عظیم ہے، اس دنیا میں موت کی تیاری ہے اور

آگے چل کر جہنم کی لکڑیاں بنتا ہے"۔ (ماخوذ از دیباچہ "تذکرہ" از علامہ عنایت اللہ خان مشرقیؒ)

(۳) تحریکِ حریتِ کشمیر کے سبھی مجاہد ذکر و فکر میں مصروف ہیں۔ بحث و تکرار سے دامن بچائیں، خاموشی کو اپنا شعار بنائیں، مذہبی اور سیاسی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ اخبارات اور ریڈیو سے اپنی تحریک سے متعلق خبروں اور تبصروں کو بغور سنیں، سیاسی بصیرت پیدا کریں لیکن خرافاتِ سیاست سے دامن بچائیں، اخوت، محبت اور شفقت کی زبان سے حریف کو حلیف بنائیں، اختلاف اور افتراق کی روش پر اصرار کرنے والے لوگوں سے دور رہیں۔

(۴) ہم تاریخ تحریکِ حریتِ کشمیر کے اہم واقعات کا نفسیاتی علاج ڈھونڈنے کا فن سیکھیں جون ۱۹۳۹ء میں مسلم کانفرنس کا نیشنل کانفرنس میں تبدیل ہونا، جولائی ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم محمد علی جناح کا مسلم پارک سرینگر میں مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے تنقید اور تنقیح کے تیر برسا کر اپنے سیاسی حریف کو انانیتی ردِ عمل دکھانے پر مجبور کرنا، ۱۹۴۶ء میں شیخ محمد عبداللہ کا تخلیۂ کشمیر کا نعرہ لگانا، ۱۹۴۷ء میں لاہور میں شیخ عبداللہ کے نمائندوں کا تعاقب کر کے وادی کشمیر کو فتح کرنے کی نیت سے قبائلی یلغار کی اجازت دینا اور جموں کے بدلے وادیٔ کشمیر کو محاذِ جنگ قرار دینا، لیاقت علی خان صاحب کا کشمیر میں جنگ بندی کی اجازت دینا، ۱۹۷۲ء میں معاہدہ شملہ میں جنگ بندی لائن کو کنٹرول لائن کی حیثیت سے تسلیم کرنا، ۱۹۷۵ء میں شیخ عبداللہ کا اندرا گاندھی کے جلال کے آگے دب جانا، افغانستان میں روس کی مداخلت، غرضیکہ کشمیر اور کشمیر کے دوستوں سے متعلق واقعات کا گہرا مطالعہ کرنا اور نفسیاتی جائزہ لینا ہر باصلاحیت مجاہد کا فرض ہے۔

(۵) ہم ذاتی، خاندانی، گروہی اور تنظیمی عصبیتوں کے لات و منات توڑنے کے عمل کو جہادِ کشمیر سے تعبیر کریں۔ ذاتی یا گروہی غلبہ و استکبار کی باتیں کرنے والے لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑیں۔ کسی نہ کسی دن وہ فانی خواہشات اور آرزوؤں کے صنم کدہ سے نکل کر توحیدِ خالص پر سرِ تسلیم خم کریں گے۔ بس آپ اپنے جہادِ عمل میں مصروف رہیں۔ جہاد سے متعلق قرآنی آیات حفظ کرنے کی کوشش کریں اور ان ہی میں مگن اور محو رہیں جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت سے سرشار ہو کر سیماب کی طرح بیقرار رہیں۔

(۷) ہم اپنے آپ کو حقیر شے سمجھیں اور عجز و انکسار کا مجسمہ بننے کی کوشش کریں۔ ہم کبر و ناز کی اداؤں سے گریز کریں۔ خدمتِ خلق میں راحت اور مسرت محسوس کریں۔ مجاہدین ایک دوسرے کی تکلیف دیکھ کر تڑپ اٹھیں۔ مجاہدین ایک دوسرے کی مجاہدانہ اداؤں پر نثار ہونے کا گر سیکھیں۔ میدانِ اُحد کا وہ میدان یاد رکھیں جب پیالۂ آب گردش ہی میں رہا اور پانی کسی بھی مجروح مجاہد نے نہیں پیا۔ اسی طرح مہاجرین اور انصار کا باہمی اعتماد اور تعلق بھی مضبوط ہو اور اس تعلق میں قطعاً ضعف پیدا نہ ہونے پائے۔

۳۰ نومبر ۱۹۸۸ء، آزاد کشمیر

سُپر پاور ایک خُدا — لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

زندگی کے تین نشان — اللہ، محمدؐ اور قرآن

اسلامی جمہوریہ کشمیر — زندہ باد

شہید اعجاز احمد ڈار — زندہ باد

اپیل

کشمیر کے باصلاحیت قلمکاروں سے
اپیل کرتا ہوں وہ کشمیر کی موجودہ جدوجہد
کے شہیدوں اور غازیوں کی تاریخ
مرتب کریں۔ یہ کام گو کٹھن اور صبر آزما
ہے تاہم نیت کی سلامتی کے تعلق
سے جہاد ہے۔

— اعظم انقلابی

مسئلہ کشمیر اور عالمِ اسلام

صلاح الدّین کشمیری
(محمد اعظم انقلابی)

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغازِ سخن

آخر کیا وجہ ہے کہ وہ مسئلہ جس کی وجہ سے جنوبی ایشیاء کی سیاست کا نقشہ ہی تبدیل ہو سرد خانے میں پڑا ہوا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ مسئلہ کشمیر اپنی اہمیت کھو چکا ہے۔ مسلم ممالک کے باہمی تعلقات کی دنیا میں اگرچہ دینی جذبات کو بنیادی محرّک کی حیثیت حاصل ہے تاہم کچھ اور باتیں بھی ہیں جو اِن تعلقات کو مضبوط یا کمزور کرنے میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ مفاداتِ قومی کا تصور اِن تعلقات کو سنوارنے یا بگاڑنے میں مؤثر بلکہ فیصلہ کُن رول ادا کرتا ہے —
دین اسلام کے پیغام اخوّت و مروّت کے تعلق سے مسئلہ کشمیر بظاہر پاکستان کے لئے اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ افغانستان یا فلسطین کا مسئلہ، لیکن مفاداتِ قومی کے تصور کے حوالے سے مسئلہ کشمیر یا مسئلہ فلسطین پاکستان کے لئے اتنا اہم نہیں جتنا کہ مسئلہ افغانستان ہے۔ سنہ ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں روسی مداخلت کے موقع پر پاکستان نے یہ بات اچھی طرح محسوس کی کہ اگر پاکستان افغانستان کی آزادی اور خود مختاری کے لئے جدوجہد نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سقوطِ افغانستان کے بعد سقوطِ پاکستان کا سانحہ بھی دیکھنا ہوگا اور اس کے بعد روسی سامراج مصر اور مراکش کی سرحدوں پر کمندیں ڈالنے کی تحریک پائے گا۔ اس لئے پاکستان نے مسئلہ افغانستان کو بقاءِ پاکستان اور عالمِ اسلام کا مسئلہ بنا دیا۔ امریکہ اور چین نے بھی محسوس کیا کہ اُن کے مفادات خطرے میں ہیں اس لئے ان دو طاقتوں نے بھی افغان تحریکِ مزاحمت کی بھرپور تائید و حمایت کی۔ پس مفاداتِ قومی کے تحفظ کے لئے شمالی پاکستان کو افغان تحریکِ مزاحمت کا بیس کیمپ بنا دیا گیا۔ شمالی پاکستان تیس لاکھ مہاجرین کا مسکن ٹھہرا۔ پاکستان کے ذرائع ابلاغ افغان تحریکِ مزاحمت کے لئے وقف ہوئے۔ افغان قوم کے بارے میں تعریف و توصیف کی زبان میں کہا گیا کہ یہ بہت ہی بہادر

اور غیور قوم ہے، اس قوم نے بیرونی جارحیت کو کبھی بھی قبول نہیں کیا ہے۔ چونکہ کشمیر کے محاذ پر پاکستان کی سلامتی کو وہ خطرہ لاحق نہیں جو چند سال پہلے افغان سرحد پر تھا اس لئے کشمیر کی اہمیت باقی نہیں رہی۔ اور یہی وجہ ہے کہ تحریک حریت کشمیر سے متعلق خبریں پاکستانی اخبارات کے لئے زیادہ اہم نہیں۔ پاکستان شملہ سمجھوتہ سے وابستہ رہنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔ پچھلی تین جنگوں نے شملہ سمجھوتے کی اہمیت اور بڑھا دی۔ احتیاط پسندی اور مصلحت اندیشی پاکستان کی قومی دفاعی پالیسی کا لازمی جزو ہے۔ ہاں کشمیر میں ایسے واقعات ضرور ہوتے رہیں جن سے بھارت کی نفسیاتی پریشانی میں اضافہ ہو جائے۔ پاکستان زندہ باد کی خبریں پاکستان کے مجروح قومی وقار کی تشفی کے لئے کافی ہیں۔ کشمیری نوجوان شہید ہوں، مجروح ہوں، بے گھر ہوں، یہ عمل ضرور جاری رہے لیکن ان باتوں کی تشہیر نہ ہونے پائے تاکہ ضمیر کے محافظ خوددار پاکستانی کشمیریوں کے حق میں تحریک شروع نہ کریں۔

کشمیر میں پچھلے بیس سال سے بالعموم اور دو سال سے بالخصوص اپنی مدد آپ کے اصول کے تحت آزادی اور خود مختاری کی جو جدوجہد ہو رہی ہے اس کو نہ صرف نظرانداز کرنے کا درس دیا جاتا ہے بلکہ اس تحریک سے وابستہ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑنے کی تاکید بھی ہو رہی ہے۔ اس تمام کے باوجود کشمیر کے بارے میں پاکستان کے اصولی موقف میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی ہے! یہ تضاد حساس کشمیریوں کے لئے باعث استعجاب بھی ہے اور موجب پریشانی بھی۔ اب بھی وقت ہے کہ پاکستان اپنے رویہ پر نظر ثانی کرے۔ خود احتسابی کے عمل ہی میں اس کی سلامتی کا راز مضمر ہے اس عمل سے نہ صرف یہ کہ ایک بے بس اور معتوب قوم آزادی کی منزل سے ہمکنار ہو گی بلکہ پاکستان کا کھویا ہوا قومی وقار بھی بحال ہو گا۔

مسئلہ کشمیر کے بارے میں پاکستان کی مبہم پالیسی کے پیش نظر ہمارے لئے یہ ناگزیر ہے کہ ہم عالم اسلام کو اس مسئلہ کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے اس کے فوری تصفیہ کی ضرورت کا احساس دلائیں۔ اسی مقصد کے لئے یہ مقالہ لکھا گیا۔ توقع ہے کہ پاکستان اور عالم اسلام کے اہل دل حضرات کشمیری قوم کی اس فریاد اور شکایت کا سنجیدہ نوٹس لیتے ہوئے مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے لئے ٹھوس عملی اقدامات کرنے کی تحریک پائیں گے۔ قرآن آپ سے کہہ رہا ہے کہ آپ ان مظلوم دینی بھائیوں کی مدد کریں جو امداد کی درخواست کر رہے ہیں۔ اگر آپ ان کی مدد نہیں کرتے تو زمین میں فتنہ و فساد پھیلے گا۔

"آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی طرف سے

نہ کرو جو دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئے اور غیب سے ہمارے لئے کسی حامی بھیجئے۔"

(النسآء — ۷۵)

"اے اہل ایمان! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جا رہا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے۔ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کو پسند کر لیا ہے کا یہ سازوسامان آخرت میں بہت تھوڑا ثابت ہو گا اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو بہت سخت عذاب دے گا اور تمھارے بدلے کسی دوسری قوم کو پیدا کرے گا اور اس سے اپنا کام لے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔"

(توبہ — ۳۹)

"اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم مضبوط جما دے گا۔"

(محمدؐ — ۷)

صلاح الدین کشمیری

نقیب

تحریک ادپریشن بالاکوٹ

باب اوّل

مسئلہ کشمیر — حقائق کے آئینے میں

آخر ہم اُس موضوع کو زیرِ بحث کیوں نہ لائیں جس پر برصغیر پاک وھند کے اکثر علمی حلقوں میں صبح وشام گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ یہ علمی حلقے تو مسئلہ کشمیر کی اہمیت اور حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں لیکن جہاں تک برصغیر کے اُن کروڑوں لوگوں کا تعلق ہے جن کی زندگی اسی مسئلہ کی وجہ سے اجیرن بنی ہوئی ہے وہ اس مسئلہ کی حقیقت سے ناآشنا ہیں ۔ ہاں برصغیر کے یہ بدنصیب کروڑوں غریب لوگ اتنا تو ضرور جانتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کی وجہ سے بھارت اور پاکستان کے درمیان تین خونریز جنگیں ہوئیں ان جنگوں میں کھربوں روپے کا نقصان ہوا اور ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں ۔ یہ تو یہی مسئلہ ہے جس کی وجہ سے جنوبی ایشیا میں بدگمانی اور بداعتمادی کی فضا پائی جاتی ہے ۔ رقابت اور عداوت کی وجہ سے بُعد اور بغض وعناد کی دیواریں کھڑی ہیں ۔ تعصب اور عصبیت کی وجہ سے حقائق پر پردہ پڑتا جا رہا ہے ۔ اِدھر سوا کروڑ نفوس پر مشتمل ایک قوم مغلوبیّت اور مظلومیت کی وجہ سے قعرِ مذلّت میں گری ہوئی ہے، اس کا جینا دوبھر ہوا ہے، اس کی عزتِ نفس پامال ہو رہی ہے اس کا مذہبی اور قومی تشخص مٹتا جا رہا ہے اور اُدھر جنوبی ایشیا کی دو "ذمہ دار" طاقتور مملکتیں اذیت پسندانہ جذبات (Sadistic Sentiments) کے ساتھ اِس گری ہوئی قوم کی مظلومیت اور بے بسی کا مشاہدہ کر رہی ہیں اس محکوم اور معتوب قوم کی کوئی بھی ادا غالب قوموں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی ۔ نہ کشمیر کی بے بس ماؤں اور بہنوں کی آہوں اور دعاؤں سے غالب قوموں کے قلوب پسیج جاتے ہیں اور نہ ہی ظلم اور بربریت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والے اُن معصوم نوجوانوں کی چیخ وپکار سے تڑپ اُٹھتے ہیں جو آئے دن مقبوضہ کشمیر کے شہروں اور قصبوں میں اپنے سینے گولیوں سے چھلنی کر رہتے ہیں ۔ ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم سنگدلی اور شقاوت کی فصیلوں کو مسمار کرنے کے لئے حساس قلوب کو حقائق سے آگاہ کریں اور آزاد دنیا کو یہ سوچنے پر مجبور کریں کہ قوم کاشمر فوری انصاف اور

امداد کی مستحق ہے ۔

تاریخ کشمیر پر ایک طائرانہ نظر

وہ کشمیر جو اِس وقت تین حصوں میں منقسم ہے تہذیب وتمدن اور جغرافیائی لحاظ سے جنوبی ایشیا کا عظیم ملک تھا جس کی سرحدیں جنوب میں سری لنکا اور شمال میں سمرقند اور بخارا تک پھیلی ہوئی تھیں علمی صلاحیتوں اور جسمانی قویٰ کے بل پہ ہندو حکمران للتادتہ نے گردوپیش کی دنیا کو بارہ سال میں فتح کیا تھا ۔ یہ گیارہ سو سال پہلے کی بات ہے ۔ چھ سو سال پہلے جب کشمیر میں ظہورِ اسلام ہوا کشمیر کی سرحدیں سرہند شریف پنجاب اور تبت تک پھیلی ہوئی تھیں ۔ کشمیر کے مقامی مسلم حکمران کشمیر پر ڈھائی سو سال تک حکومت کرتے رہے ۔ شومیٔ تقدیر سے جب کشمیری مسلمانوں کا معاشرتی نظام کمزور ہوا اور گروہی اختلافات قوی ہوئے تو بیرونی حکمرانوں نے "اصلاح احوال" کے لئے کشمیر کی طرف متوجہ ہونے کی تحریک پائی ۔ کشمیریوں کی زبردست مزاحمت اور مقاومت کے باوجود مغل فوجیں ۱۵۸۶ء میں کشمیر میں داخل ہوگئیں اور اپنی تشریف آوری کے ساتھ ہی "اصلاحِ احوال" کا کام شروع کیا ۔ "اصلاح" کی اس تحریک کے دوران کشمیریوں کی عسکری صلاحیتوں کو مٹانے کے لئے مختلف اقدامات کئے گئے ۔ مغل حکمران ۱۶۶ سال حکومت کرتے رہے، اور جب اُن کی گرفت کمزور ہوئی تو افغان حکمران کشمیر پر پورے ستر سال مسلط رہے ۔ اُن کے بعد پنجاب کے سکھ کشمیر پر ۲۷ سال تک حکومت کرتے رہے ۔ سکھ مملکت کے خاتمہ پر جموں کے ڈوگروں نے کشمیر کو زیر کیا اور پورے ایک سو سال تک کشمیری مسلمانوں کی عزتِ نفس کو پامال کرتے رہے ۔ اور اب بھارتی حکمران پچھلے ۴۲ سال سے کشمیر کے سینے پر مونگ دل رہے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ پچھلے ۴۲ سال سے کشمیر کے غیور مسلم حرّیت پسند ظالم اور غاصب قوتوں کے خلاف برسرِپیکار ہیں لیکن اُن کی مساعیٔ جمیلہ کے باوجود حالتِ درماندگی اور کسمپرسی رخصت ہوتی نہیں ۔ غالب قوتیں مادّی اور افرادی قوت کے بل پر کشمیر کی خودداری اور غیرت کو پامال کر رہی ہے ۔ اب مسئلہ کشمیر ایک قوم کی آزادی کا مسئلہ نہیں، یہ دو طاقتور ممالک کا سرحدی تنازعہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ کشمیر کی انفرادیت اور آزادی کی باتیں نظر انداز ہو رہی ہیں اور اِن باتوں پر اصرار کرنے والے لوگ عزت کے مستحق نہیں سمجھے جاتے ۔ ایسے لوگوں کی قدروقیمت کو

کم کرنے کے لئے نت نئے ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں۔

اسلامی کشمیر کا ماضی، حال اور مستقبل

موجودہ مجبور اور محکوم کشمیر کبھی آزاد بھی تھا، اس کی سرحدیں، پنجاب، تبت، افغانستان او
ایبٹ آباد تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آزاد اور خود مختار کشمیر کے مقامی مسلم دور میں تاریخ نے ایسے خدا
حکمران بھی دیکھے جو کشمیر کو مثالی اسلامی ریاست بنانے کے متمنی تھے۔ سلطان سکندر بت شکن
دورِ حکومت میں شریعت اسلامی کے نفاذ کی مساعی کا یہ حال تھا کہ ساز اور آواز پر بھی پابندی
عدالتوں کے قاضی حضرات شریعت اسلامی کی روح کے موافق فیصلہ جات سناتے تھے۔ کشمیر کی
خصوصی اسلامی حیثیت بعد کے ادوارِ ملوکیت میں مجروح ہوئی اور ہم تا ایں دم اِس حیثیت کی بحالی کی
محوِ جدوجہد ہیں۔

اس وقت ہمارا وطن عزیز کشمیر تین حصوں میں بٹ چکا ہے۔ ایک حصہ جو بھارتی مقبوضہ ک
کہلاتا ہے ۵۴ ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی آبادی تقریباً ۸۰ لاکھ ہے جس میں مسلمانوں کی
آبادی ۵۰ لاکھ سے زیادہ ہے۔ کشمیر کا دوسرا حصہ جو آزاد کشمیر کے نام سے مشہور ہے ساڑھے پانچ
مربع میل پر پھیلا ہوا ہے اور اس کی آبادی تقریباً ۲۷ لاکھ ہے جس میں غیر مسلموں کی آبادی صفر
کشمیر کا تیسرا حصہ جو گلگت اور بلتستان پر مشتمل ہے ۲۷ ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا ہے اور اس کی آبادی
تقریباً ۱۳ لاکھ ہے جس میں کوئی بھی غیر مسلم قابلِ ذکر نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری ریاست جم
کشمیر آبادی کے لحاظ سے غالب مسلم اکثریتی مملکت ہے مگر منقسم اور مجبور۔ بھارتی مقبوضہ کشمیر کے
مسلمان کشمیر کے اسلامی تشخص کے تحفظ کے لئے برابر جدوجہد کر رہے ہیں، وہ جان و مال کے نذرا
پیش کر رہے ہیں۔ بھارتی سیاہ سامراج وہاں مسلمانوں کا اسلامی تشخص مٹانے کے درپے ہے
بھارت تہذیبی اور ثقافتی جارحیت کے ذریعے کشمیر کی انفرادیت ختم کرنے پر کمربستہ ہے، بھارت کی
یہ کوشش ہے کہ وہاں مسلمان پیدائش اور نام و نسب کے لحاظ سے مسلمان ہی رہیں لیکن ذکر و فکر اور
تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ہندو بنیں اس نصب العین کے حصول کیلئے وہ تمام سامراج ہتھکنڈے استعمال کر رہا

گلگت بلتستان کا تعلق ہے یہ علاقہ کشمیر کی جدوجہد آزادی کے حوالے سے تماشائی کا رول
۔ یہ علاقہ پاکستان کے کنٹرول میں ہے اور اس علاقہ سے متعلق بحث و تکرار کی خبروں سے آزاد کشمیر
کے اخبارات پڑھتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ علاقہ ریاست جموں کشمیر کا حصہ ہے
اس کی آزادی کے بعد مسلم کانفرنس کے بزرگوں کی مہربانی سے یہ علاقہ عارضی طور پر پاکستان کے
میں رکھنے کا فیصلہ ہوا۔ اس طرح گلگت بلتستان کے ۱۳ لاکھ مسلمان بھارتی مقبوضہ
ان کی مجبوری اور بے کسی کو دور کرنے میں کوئی رول ادا نہیں کر رہے۔ اور جہاں تک
ہے یہ زبانی جمع خرچ کی حد تک مقبوضہ کشمیر کی آزادی کا بیس کیمپ BASE CAMP
کے سبھی سیاستدان بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر اقتدار کی جنگ میں مصروف ہیں۔ حتیٰ کہ وہ
جنگ اقتدار سے الگ رہنے اور جنگ آزادیٔ کشمیر کی راہ میں حتی المقدور کوششیں کرنے
اس جنگِ اقتدار کے مضر اثرات سے محفوظ نہیں۔ یہاں برادری ازم اور گروہی عصبیت
رقابت اور عداوت کا ایسا مکدر ماحول ہے کہ جنگ آزادی کشمیر کے لئے کوئی ٹھوس لائحہ عمل
اس پر گفتگو کرنا بھی ممکن نہیں۔ لیڈران کرام کی انانیتی سیاست Egotistic
اور کارکنوں کی رقیبانہ روش کی وجہ سے قومی مسائل پر مخلصانہ افہام و تفہیم ممکن ہے نہیں
ہے کہ جہاں بھارتی مقبوضہ کشمیر کے نہتے مگر غیور فرزندانِ توحید بھارتی گولیوں اور لاٹھیوں
سینہ سپر ہیں وہاں آزاد کشمیر کے لیڈران کرام مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی ہمدردی اور
کی مذمت میں بیانات کی توپیں داغتے ہیں۔ اس علاقہ کے مسلمان بھارتی مقبوضہ کشمیر کے
کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے۔ وہاں کے باصلاحیت اور خوددار نوجوانوں کی زندگی جیلوں، تھانوں
عقوبت خانوں میں گزرتی ہے اور اِدھر آزاد علاقہ کے باصلاحیت نوجوانوں کی زندگی پاکستان کے
اور مغربی ممالک کے کارخانوں میں گزرتی ہے۔ آزاد علاقہ کے لوگ لفظ 'کرفیو' (Curfew)
جبکہ مقبوضہ علاقے کے لوگ اس لفظ سے اس قدر مانوس ہیں کہ یہ لفظ سنتے ہی وہ آہیں
نہ معلوم آج کس معصوم کشمیری کو بھارتی فوج اور پولیس کی گولیوں کا نشانہ بننا ہوگا۔ ستم بالائے
علاقے میں کچھ لوگ کمیونزم اور سیکولرازم کے غلبہ کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کی نظروں میں
کشمیر کے مسلمانوں کی جنگ آزادی بے معنی ہے۔ وہ جب سنتے ہیں کہ مقبوضہ علاقہ میں لوگ

اسلام کی سربلندی اور ملّی اخوت اور وحدت کے نعرے بلند کرتے کرتے شہید ہوتے ہیں تو ان کا ہاضمہ خراب ہوتا ہے۔ وہ طعن و تشنیع کے فقرے کستے ہیں۔

ان حالات میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پوری ریاست جموں و کشمیر کا مستقبل خطرے میں ہے۔ بھارتی سامراج جو سپر پاور بننے کے خواب دیکھ رہا ہے موقع پانے پر سیاسی اور نظریاتی انتشار کے شکار آزاد کشمیر پر بھرپور وار کر کے اس کی موجودہ باعث اطمینان حیثیت کو ختم بھی کر سکتا ہے۔ جس بھارت نے دس کروڑ نفوس پر مشتمل مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا دیا۔ اس کے لئے ایسا کرنا زیادہ مشکل نہیں، یہاں صرف امید کی ایک کرن باقی ہے، وہ یہ کہ آزاد علاقہ کے غیور اسلام پسند لوگ پاکستانی بھائیوں کی امداد کے بل پر مؤثر گوریلا کارروائی کے ذریعے بھارتی عزائم کو خاک میں ملا سکتے ہیں لیکن بھارتی توسیع پسندانہ عزائم کے تناظر میں ہمارا خوش فہمی پر مبنی تجزیہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ ہم اپنی رائے میں محتاط رہیں۔ دشمن بڑا مکار اور عیار ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آزاد کشمیر کے علماء دین اور امراء قوم اپنی صفوں میں افتراق اور انتشار کی حالت دور کر کے مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لئے عملی جدوجہد کا خاکہ تیار کرنے کی نیت رکھتے ہیں؟ وقت ہی بتائے گا کہ وہ اپنے اسلامی اور قومی عزائم میں کتنے مخلص اور پختہ ہیں، لیکن انہیں معلوم نہیں کہ ان کا جمود پسندانہ مؤقف انتظار نفاقِ خفی کی ایک ایسی کیفیت پر دلالت کرتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ رسولِ عربی ؐ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ط" "وہ نفاق کی حدِ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں کہ آپ بھی اُن کو نہیں جانتے۔" (توبہ-۱۱) وادی کشمیر کے لوگوں سے کہنا "تم بھی اُٹھو اہل وادی"۔ اور خود یہاں اقتدار کی جنگ میں اصل مقصد اور نصب العین عملاً فراموش کرنا نفاقِ خفی نہیں تو اور کیا۔ آپ لوگ آزاد علاقہ کو حقیقی بیس کیمپ میں تبدیل کرنے کے لئے سامنے کیوں نہیں آتے مقبوضہ کشمیر کے معتوب اور مجبور مسلمان اس آس پر جی رہے ہیں کہ آپ آج شام نہیں تو کل صبح ضرور اُن کی مدد کے لئے واردِ کشمیر ہوں گے۔ لیکن پچھلے ۴۲ سال سے ایسا ہوا نہیں۔ "تم بھی اُٹھو" کہنے والے سوئے ہیں جبکہ "تم بھی اُٹھو" سُننے والے یقیناً اُٹھے، اُٹھ کر لڑ رہے ہیں اور راہِ حق میں جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہوئی کہ آج مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر سولہ ہزار بیعت کر رہے ہیں اور کل وہ کسمپرسی کے عالم میں قتل ہو رہے ہیں، یا یوں کہ آج سید احمد شہید کے ہاتھ پر چوبیس ہزار بیعت کر رہے ہیں اور کل چوبیس آدمی بھی میسر نہیں، آزاد علاقہ کی سیاسی طوائف الملوکی کے پس منظر میں یہ کہنا غلط نہیں

کہ آزاد علاقہ بیس کیمپ نہیں ٹارچر کیمپ ہے جہاں حساس لوگ کرب و اضطراب کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جو لوگ اس عندیہ کے قائل ہیں کہ افغانستان کی آزادی کے بعد جہادِ کشمیر کا آغاز ہوگا۔ اُن کے حضور ہم بڑے ادب سے عرض کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ "دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے" کے مصداق کوئی تخیل ہے جو مایوس کشمیریوں کو زندہ رکھنے کے لئے تخلیق ہوا ہے۔ کیا جہادِ کشمیر میں صرف آزاد علاقہ اور مقبوضہ کشمیر کے لوگ شامل ہوں گے یا اس میں پاکستان، افغانستان اور ایران کے اسلام پسند بھائی بھی شرکت کریں گے؟ اللہ کرے آپ کا خواب حقیقی وجدانی احساسات پر ہی مبنی ہو۔ اگر مسئلہ کشمیر نے افغانستان کی طرح ایک ملّی مسئلہ کا روپ دھار لیا تو پھر اسلامی کشمیر کا مستقبل محفوظ ہے۔

مسئلہ کشمیر — سامراجی دور کی دین

انگریز سامراج برصغیر سے اپنی روانگی سے دو سال پہلے یہ پلان بنا رہا تھا کہ ہندوستان کی ۵۶۵ ریاستوں کو آزاد اور خود مختار ریاستوں کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے تاکہ بھارت کی آزادی کا مطالبہ کرنے والے لوگ دیکھیں کہ آزادی کتنی مہنگی چیز ہے۔ انگریز کے خیال میں یہ آزاد ریاستیں ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہوتیں اور یوں انگریز پھر برصغیر پر مسلط ہوتا۔ کسی وجہ سے انگریز اس پلان کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ اس کی دوسری کوشش تھی کہ برصغیر کو دو بڑی مملکتوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ وہ اگلی صدیوں تک باہمی اختلافات کی وجہ سے لڑتی رہیں۔ چنانچہ انگریز سامراج نے مجوزہ پاکستان کے نقشہ سے آسام، ناگالینڈ وغیرہ کا مشرقی علاقہ حذف کر کے مشرقی پاکستان کو بھارت کے محاصرے میں رکھا۔ دوسری طرف حیدر آباد، دکن اور جوناگڑھ کی آزادی کا اعلان کیا۔ تیسری طرف ریڈکلف ایوارڈ کے تحت گرداس پور کا مسلم اکثریتی علاقہ بھارت کے سپرد کیا اور یوں کشمیر تک پہنچنے کا راستہ فراہم کیا۔ حیدر آباد اور جوناگڑھ کی آزادی صبحِ آزادی کے ساتھ ہی ختم ہو گئی موکل مر گیا اور وکیل (یعنی پاکستان) بے بس ہو کر تماشہ دیکھتا رہا۔ ہاں کشمیر میں وکیل نے وکالت کا

حق ادا کرنے کی کوشش کی اور اس طرح بھارت کے توسیع پسندانہ عزائم اور پاکستان کے جوشِ مدافعت سے کشمیر کا مسئلہ ابھی تک باقی ہے۔ تاریخ نے ثابت کیا کہ انگریز کی نیت ٹھیک نہیں تھی۔ "فریڈم ایٹ مڈ نائٹ" میں اس بات کا انکشاف کیا گیا ہے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا تھا کہ مشرقی پاکستان ۲۵ سال کے اندر اندر الگ ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ بنگلہ دیش ۱۹۷۱ء میں سقوطِ ڈھاکہ کے ساتھ ہی معرضِ وجود میں آگیا یعنی مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بننے میں نہیں بنانے میں پورے ۲۴ سال لگے۔ یوں رہے سہے پاکستان کے سینے میں حسرت اور اعترافِ ہزیمت کا کانٹا پیوست ہوا۔ صدمہ حیدر آباد، جوناگڑھ اور کشمیر کیا کم تھا کہ زخم پر بنگلہ دیش نمک ڈالا گیا۔

لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر مہاراجہ ہری سنگھ، شیخ محمد عبداللہ، مسلم لیگ، کانگریس وغیرہ کی باہمی کشمکش کی پیداوار ہے یہ سو فیصدی درست نہیں، اس مسئلہ کے ظہور میں انگریز سامراج نے مرکزی رول ادا کیا مگر پردے کے پیچھے۔ مہاراجہ ہری سنگھ میں گاندھی جی کی دعوتِ ہندی سے جو مذہبی عصبیت عود کر آئی تھی اس نے ثانوی رول ادا کیا۔ اسی طرح شیخ محمد عبداللہ کے منافقانہ کردار، مسلم لیگ کی ناعاقبت اندیشی اور کانگریس کی عیاری اور مرزائیوں کی مکاری کو بھی اس مسئلہ کی نمود میں ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انگریز کے سامراجی عزائم ہی کشمیر کے ڈرامہ میں کارفرما ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قائداعظم کے فرمان کے باوجود انگریز کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے اپنے فوجی مرشد فیلڈ مارشل آکنلیک کے ساتھ مل کر کشمیر میں پاک افواج کے داخلہ کا پلان ناکام بنا دیا۔ مسئلہ کشمیر کے ظہور کی تحریک میں اور باتیں بھی اثر انداز ہوئیں، مثلاً یہ کہ کشمیر میں لیڈر شپ کے مسئلہ پر شیخ محمد عبداللہ اور چوہدری غلام عباس صاحب کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔ میں نے اس موضوع پر اپنے اُردو مقالہ "ادیپ سٹن بالاکوٹ" اور انگریزی مقالہ "ڈرومینٹیزم آن کشمیر فرنٹ" میں کسی حد تک روشنی ڈالی ہے، بہرحال جیسے بھی پیدا ہو، مسئلہ کشمیر تو واقعی ایک مسئلہ ہے جس نے نہایت ہی پیچیدہ صورت اختیار کی ہے۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کشمیر سیاسی لحاظ سے ۱۹۳۸ء سے ہی دو سیاسی کیمپوں میں بٹا رہا۔ ایک کیمپ سے وابستہ لوگ اس بات کے قائل تھے کہ کشمیر دُنیا کے نقشے پر پھر ایک بار آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت سے اُبھر آئے، جبکہ دوسرے کیمپ کے لوگ کشمیر کو بھارت یا پاکستان میں شامل ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک کشمیر کے اکثر مذہبی اور سیاسی عمائدین بشمول ہندو لیڈران کرام ریاست

جموں و کشمیر کی مکمل آزادی اور خودمختاری کے حامی تھے۔ وسط اگست سے حالات نے کروٹ بدلی۔ مولوی محمد یوسف شاہ صاحب، چوہدری حمید اللہ صاحب اور دیگر لوگوں نے مہاراجہ ہری سنگھ کی مجازت نوازی اور جموں کے ہندوؤں کی مسلم دشمنی دیکھ کر فوراً اپنا مؤقف تبدیل کر کے الحاقِ پاکستان کے لئے کام کرنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی وہ مہاجرین کی حیثیت سے پاکستان پہنچے۔ مہاراجہ ہری سنگھ اور اس کے جموی ہندو حواریوں نے دہلی کے مندر کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ چوہدری غلام عباس صاحب زینتِ زندان بنے۔ واحد قد بلند شخصیت تھی جو تذبذب اور تردد کے عالم میں کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ یہ شیخ محمد عبداللہ تھے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اگر شیخ محمد عبداللہ چاہتے تو انگریزوں کی سازشیں، کانگریسیوں اور مرزائیوں کی مکاری اور ہری سنگھ کی غداری کے باوجود وہ تاریخ کا رُخ موڑ سکتے تھے۔ افسوس کہ وہ تاریخ اور تحریک کے تیور نہ سمجھ سکے یا تجاہل عارفانہ کے باوجود انانیتی جوش و جنون میں بہہ کر ایک ایسا قدم اٹھانے کی تحریک پا گئے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ اُس کی قوم ذلّت اور رسوائی کے تاریک کھڈّے میں جا گری بلکہ خود بھی مرتے دم تک ندامت کی آہیں بھرتے رہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے محاذِ رائے شماری کی تحریک کے دوران سرینگر میں ایک عوامی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مورخ مجھے سیاسی غلطی کا مرتکب سیاست دان لکھے لیکن غدار قرار نہ دے۔ شیخ محمد عبداللہ نے ۱۹۴۷ء میں جو سیاسی غلطی کی تھی اس کا کفارہ وہ گیارہ سالہ اسیری اور جلاوطنی کی صورت میں ادا کرنے کی تحریک میں منہمک تھے کہ ۱۹۷۱ء میں سانحہ سقوطِ ڈھاکہ نے اُن کے دل و دماغ کو متاثر کیا۔ اگرچہ نیا باب کھولنے کے لئے فاتحِ مشرقی پاکستان اندرا گاندھی نے پہل کی تھی تاہم دہلی کشمیر تعلقات کا نیا باب کھولنے کے لئے خود شیخ صاحب بھی بیقرار اور مجبور تھے۔ چنانچہ شیخ صاحب فرمانے لگے کہ ہم نے بھارت کے ساتھ کشمیر کے الحاق کی نوعیت اور حقیقت (FACTUM OF ACCESSION) کو کبھی چیلنج نہیں کیا، ہاں ہماری ساری لڑائی حدودِ الحاق (QUANTUM OF ACCESSION) پر ہے۔ شیخ محمد عبداللہ کے مشیر اور رفیقِ سفر مرزا محمد افضل بیگ صاحب کہنے لگے کہ ہم جس سوٹے کے سہارے تحریک چلا رہے تھے وہ ٹوٹ گئی، اب نئے باب کی باتیں نہ کریں تو اور کیا۔ بہرحال سقوطِ ڈھاکہ کے سلبی (Negative) اثرات قبول کرنے کے باوجود اندرا عبداللہ ریکارڈ بریک پارتھا سارتھی دو سالہ گفتگو کے بعد ہی طے پایا۔ ۱۹۷۲ء میں شملہ میں بھٹو صاحب اور اندرا گاندھی نے شملہ سمجھوتے پر دستخط کئے اور اس سمجھوتہ کے جذبہ کے تحت ہی شیخ محمد عبداللہ کو

اقتدار کی کرسی پر بٹھانے اور سردار عبد القیوم خان کو کرسیٔ اقتدار سے ہٹانے کا فیصلہ ہوا۔

جولائی ۱۹۷۷ء میں جب مرحوم جنرل ضیاء الحق صاحب نے اقتدار پر قبضہ جما لیا تو انہوں نے اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ ہم کشمیر میں جنگ بندی لائن کو کنٹرول لائن کی حیثیت سے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ بھارتی نیتا غور و فکر کرنے لگے کہ یہ کیا ہوا، کیا ہماری دیوی اندرا گاندھی کی پوری ریاضت ضائع ہو رہی ہے نہیں ایسا ہو نہیں سکتا۔ بھارتی وزیر اعظم مرارجی ڈیسائی اور وزیر خارجہ اٹل بہاری واجپائی نے روس کا دورہ کیا۔ وہاں روس میں اپنے دس روزہ قیام کے دوران انہوں نے بھارت روس معاہدہ "امن اور دوستی" کی روشنی میں کچھ اہم تجاویز کی منظوری کرائی۔ اس دورہ سے پہلے افغانستان کے صدر داؤد پاکستان آئے تھے اور یہاں انہوں نے اعلان کیا تھا کہ پاکستان ہمارا بھائی ہے اور اس کے ساتھ ہمارے کوئی اختلافات نہیں۔ اب چونکہ بھارت روس ردعمل کے ظہور کا وقت قریب تھا اس لئے داؤد صاحب راستے سے ہٹا دیئے گئے اور نور محمد ترکی سامنے لائے گئے، حفیظ اللہ امین صاحب تشریف لائے اور ہٹا دیئے گئے ببرک کارمل سامنے لائے گئے اور اعلان ہوا کہ روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں۔ مردِ آہن جنرل ضیاء نے افغان جنگ کو ملتِ اسلامیہ کی بقاء اور آزاد دنیا کے وقار کی جنگ میں تبدیل کیا اور یہ جنگ ابھی تک جاری ہے۔ باوجود اس کے روسی فوجیں افغانستان سے رخصت ہو چکی ہیں جنگ برابر جاری ہے۔ اب تو اس جنگ نے برادر کشی کا روپ دھار لیا۔ اور ادھر بھارت پریشان ہے کہ یہ جنگ کیوں اختتام کو پہنچ رہی ہے۔ حال ہی میں مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعلیٰ نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ بھارتی وزیر اعظم راجیو گاندھی نے مجھے بتایا کہ پاکستان افغانستان سے فارغ ہونے کے بعد کشمیر پر حملہ کرے گا۔ اُدھر بھارت اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کے لئے دن رات کوشاں ہے اور اِدھر ملتِ اسلامیہ داخلی انتشار اور افتراق کا شکار ہو چکی ہے۔ اس کی صفیں درست ہوتی نہیں اور نہ ہی باطل پرستوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کی ٹھوس جد و جہد ہو رہی ہے۔

بھارت کے سامراجی عزائم

جس بھارت نے کشمیر پر سامراجی قبضہ جما لیا ہے اُس کے نظریاتی نظام سے آگہی حاصل کرنا

ہر اُس باشعور مسلمان کا فرض ہے جو جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی حالتِ درماندگی اور محکومی کو دیکھ کر خون کے آنسو بہا رہا ہے۔ اپنے دشمن کے مذموم عزائم کا سراغ لگا کر ہی ہم اُس کے خلاف مؤثر کارروائی کر سکتے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں برصغیر کے انگریز حکمرانوں نے جب تقسیم بنگال کا فیصلہ سُنا دیا تو انڈین نیشنل کانگریس نے اس کے خلاف سخت ردعمل دکھایا۔ کانگریسی کارکنوں اور ہمدردوں نے تشدد کا راستہ اختیار کر کے انگریز کو اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔ تقسیم بنگال کا حکم منسوخ ہونے کے ساتھ ہی بنگالی مسلمان غور و خوض میں محو ہوئے۔ غور و فکر کی اس تحریک نے ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کو معرض وجود میں لایا۔ مسلم لیگ نے مسلمانانِ ہند کے حقوق کے تحفظ کے لئے جد و جہد شروع کی۔ جد و جہد کی اس تحریک میں انتخابات کے مراحل بھی آئے لیکن مسلمانوں کو ۳۳ فیصدی نشستوں کا کوٹہ نہ مل سکا۔ کانگریسی رہنما جو آریہ سماج تحریک سے متاثر تھے مسلم دشمنی میں سرگرم رول ادا کرتے رہے۔ ۱۹۲۷ء میں جو ہندو مسلم فسادات ہوئے اُن پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا کہ اِن فسادات نے مجھے اپنے سیاسی نظریہ پر نظرثانی کرنے پر مجبور کیا اور شاید یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء کے الہ آباد کے مسلم لیگ جلسہ میں اپنے خطبۂ صدارت میں ایمان افروز اور فکر انگیز طرزِ کلام کے ذریعے یہ بات واضح کی کہ مسلمانانِ ہند کے اسلامی تشخص کے تحفظ کی واحد صورت یہ ہے کہ شمال مغربی علاقوں پر مشتمل ایک آزاد مملکت کے قیام کی اجازت دی جائے۔ آزاد مملکت کا تصور اس وقت ایک خواب دکھائی دے رہا تھا لیکن ۱۹۴۰ء میں اس تصور نے ایک قرارداد کی شکل اختیار کی اور ۱۹۴۷ء میں عرشِ الٰہی نے اس قرارداد کو منظور کرتے ہوئے مملکت پاکستان کو معرضِ وجود میں لایا۔ ہاں یہ درست ہے کہ یہ لنگڑا پاکستان تھا لیکن یہ لنگڑا پاکستان بھی ہندو رہنماؤں کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ گاندھی جی کہہ رہے تھے کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا سیوک سنگھی کارکنوں نے جب دیکھا کہ پاکستان تو بنا لیکن گاندھی زندہ ہے تو انہوں نے گاندھی سے انتقام لیا۔ نتھورام گوڈسے نے گاندھی کا کام تمام کیا۔ نتھورام گوڈسے کو سزائے موت ملی اور اس کی لاش کو جب سپردِ نار کیا گیا تو راکھ کو اس کی وصیت کے عین مطابق محفوظ رکھا گیا اُس نے وصیت کی تھی کہ جب سندھ فتح ہوگا تو اُس راکھ کو دریائے سندھ میں ڈالنا۔ چنانچہ نتھورام گوڈسے کا بھائی گوپال گوڈسے اس واقعہ کے بعد ہر سال آر۔ ایس۔ ایس (R S S) کے سرکردہ بزرگ کارکنوں کو ایک کمرے میں جمع کر کے اکھنڈ بھارت کے آویزاں نقشے اور نتھورام گوڈسے کی راکھ کے سامنے اُن سے یہ

حلف لیتے ہیں کہ وہ اکھنڈ بھارت کے لئے جدوجہد جاری رکھیں گے ۔ آر ایس ایس لیڈر گوروگولوالکر کی کتاب "Bunch of Thoughts" میں درج ہے کہ بھارتی مسلمانوں کے یہ چھوٹے چھوٹے قبرستان بھی فی الحقیقت چھوٹے پاکستان ہیں، بھارت میں مسلمانوں کو ملیچھ سمجھا جاتا ہے، باہر سے آئے ہوئے غاصب سمجھا جاتا ہے ۔ اکھنڈ بھارت تحریک کی علمبردار ہندو تنظیمیں جن میں آر۔ ایس۔ ایس، آریہ سماج، جن سنگھ جنتا پارٹی وغیرہ شامل ہیں اسلام، مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کی تحریک میں منظم طور پر کام کر رہی ہیں مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش میں تبدیل کرنے میں اس تحریک نے اہم رول ادا کیا ۔ اکھنڈ بھارت میں نقشہ برما، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، بھوٹان، پاکستان اور افغانستان بھی شامل ہیں ۔ جنوبی ایشیاء کے موجودہ حالات بتا رہے ہیں کہ بھارت اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کے لئے سیاسی، فوجی، فکری اور نفسیاتی محاذوں پر مربوط اور منظم جدوجہد کر رہا ہے ۔ بنگلہ دیش بھارت کے رحم وکرم پر ہے، سری لنکا کو زیر کیا گیا ہے وہاں بھارت کے پچاس ہزار فوجی اکھنڈ بھارت کے معماروں کا رول ادا کر رہے ہیں ۔ سکم کو ہضم کیا گیا، بھوٹان بھارت کی گود میں ہے، نیپال پر کمندیں ڈالی جا رہی ہیں، مالدیپ بھارتی مداخلت کا نشانہ بنا، اور اب پاکستان کو کنٹرول اور زیر کرنے کے لئے بھارت افغانستان کے راستے سومناتھ پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہے تازہ ترین اطلاعات کے مطابق تین ہزار بھارتی فوجی کابل روانہ ہونے والے ہیں ۔ ان حالات میں بھارت سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کشمیر کو آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت سے تسلیم کرے گا بے معنی ہے ۔

حق تو یہ ہے کہ سقوط ڈھاکہ کے بعد پاکستان دفاع کا متمنی ہے ۔ یہاں بہت سے لوگ محسوس کرتے ہیں کہ ہم اقدامی پوزیشن میں نہ رہے، ہم دفاعی حکمت عملی پر اکتفا کریں ۔ اب ذرا بتائیں کہ بھارت سے دو دو ہاتھ کر کے کشمیر کو اس کے پنجۂ استبداد سے کون چھڑا لے ۔ شاید باقاعدہ روایتی جنگی حکمت عملی (conventional war strategy) کے ذریعے آزادئ کشمیر کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے دیکھنا ممکن نہیں ۔ ہاں کشمیر کی آزادی کا واحد مؤثر راستہ اور ذریعہ گوریلا جہاد ہے ۔ کشمیر کے پُرپیچ پہاڑوں اور جنگلوں میں بھارت کے فوجی غرور کو صرف تین ہتھیاروں سے مٹایا جا سکتا ہے وہ ہیں کلاشنکوف رائفل، راکٹ لانچر اور طیارہ شکن میزائیل ۔ گوریلا جہاد چند ایک سال جاری رہے، چند ہزار کشمیری جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو بھارت لاکھوں سورماؤں کی لاشیں چھوڑ کر کشمیر سے رخصت ہونے پر مجبور ہو گا ۔ بس کشمیر کی جنگ آزادی کا فیصلہ کشمیر کے پہاڑوں اور جنگلوں ہی میں ہو گا ۔ اب

اقوام متحدہ کی طرف آس لگائے بیٹھنا یاس کو دعوت دینے کے مترادف ہے ہماری قوم پہلے ہی قنوطیت کا شکار ہو چکی ہے اب آزادی کی بھیک بے جان اداروں سے مانگنا فضول ہے ۔

باوجود اس کے کہ موجودہ دنیا کی سیاست میں محیّر العقول تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، جنگ اور فتح کے تصور میں تبدیلی آ رہی ہے، بہادری اور شجاعت کے ظہور کی راہیں بدل رہی ہیں بھارت یونان کے سکندر اعظم کی طرح دنیا فتح کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے آج جبکہ روس اور امریکہ ایٹمی ہتھیاروں کو ختم کرنے اور دنیا میں تصادم اور ٹکراؤ کے ماحول کو ختم کرنے کی فکر و تدبر کر رہے ہیں بھارت دور مار میزائیلوں کے بل بوتے جنوبی ایشیاء کی بڑی طاقت بننے کی جدوجہد کر رہا ہے ۔ بھارت کے توسیع پسندانہ عزائم کے پیش نظر جنوبی ایشیاء کی چھوٹی مملکتوں کو حفاظت خود اختیاری کے لئے ٹھوس اقدامات کرنے ہوں گے ۔ دفاعی اقدامات کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بھارت کو ناگالینڈ، اروناچل پردیش، آسام، سری لنکا، پنجاب، نیپال، کشمیر، مالدیپ کے محاذوں پر مصروف رکھ کر اس کے فوجی قوی کو مضمحل اور معیشت کو تباہ کیا جائے ۔ اور پھر بھارت کا غرور قوت مٹانے کے لئے چین، بنگلہ دیش اور پاکستان مار ہند پر ضرب کاری لگا کر داستان فتنۂ ہنود کا خاتمہ کر دیں افسوس کہ یہاں مؤثر دفاعی نظام کی فکر و تدبیر ہوتی نہیں، حال یہ ہے کہ ایک قوم کشمیر کے دشت وجبل میں اللہ کے بھروسہ پر جدوجہد آزادی کی نئی تاریخ لکھ رہی ہے اور ادھر پاکستان کے اخبارات حسینوں کی خوبصورت تصویریں شائع کرنے کی تحریک میں مسابقت کے شوق کے ساتھ ذوق جمال پورا کر رہے ہیں ۔

پاکستان کی دفاعی حکمت عملی

سیکولرازم کے لاکھ دعاوی کے باوجود بھارت عملاً ایک ہندو سٹیٹ ہے جہاں سولہ کروڑ مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنا دی گئی ہے ۔ پچھلے ۴۲ سال کے دوران وہاں تقریباً پندرہ ہزار مسلم کش فسادات ہوئے جن میں لاکھوں مسلمان انتہاپسند ہندوؤں کی گولیوں، تلواروں اور چھریوں سے شہید ہوئے، مسلمانوں کی املاک کو نذر آتش کیا گیا، مساجد کو مندروں میں تبدیل کرنے کی تحریک چلی ۔ بھارت پاکستان کا وجود تسلیم کرنا تو درکنار اسے برداشت کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ۔ بھارت کی

نظریاتی قوتیں پاکستان، بنگلہ دیش اور عالم اسلام کے خلاف اسرائیل اور روس کے ساتھ مل کر سازشیں کر رہی ہیں۔ ادھر مملکت خداداد پاکستان کا یہ حال ہے کہ فلمی اور ٹی وی کلچر کے لحاظ سے یہ بھارت کی ثقافتی منڈی ہے، لہو ولعب میں لت پت پاکستانی معاشرہ پاکستان کے دفاع میں کیا رول ادا کر سکتا ہے! ۔ پاکستان کے علماء اور امراء پاکستان کی سلامتی کے خواہاں ہیں تو وہ مذہبی، مسلکی اور گروہی اختلافات کو فراموش کرتے ہوئے احیائے خلافت کے لئے کام کریں۔ خلافت نعروں اور بیانات کی توپیں داغنے سے قائم نہیں ہو سکتی۔ اس کام کے لئے علماء اور صلحاء کا سوزِ جگر، امراء کا فکر عمیق اور عوام کا ذوق اطاعت چاہیئے۔ پاکستانی قوم کی باطنی صفوں کو درست کرنے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ قسم کی خارجہ پالیسی سے دنیا بھر کی آزاد قوموں کو ہمنوا بنانے کی کوشش کی جائے۔ پاکستان، افغانستان، ایران اور بنگلہ دیش کو کنفیڈریشن کے ذریعے ایک مضبوط دفاعی بلاک میں تبدیل کیا جائے۔ عالم اسلام کو ایک ایسی ملی فوج تیار کرنے کی ترغیب دی جائے جو اسلام دشمن طاقتوں کے کھولے ہوئے محاذوں پر مؤثر دفاع کا فرض پورا کرنے کے اہل ہو۔ پاکستان عالم اسلام کے بڑے ممالک کے تعاون سے جدید ٹیکنالوجی کی بنیاد پر مضبوط دفاعی نظام قائم کرنے کی مہم میں مصروف ہو جائے۔ بھارت کے توسیع پسندانہ عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے پاکستان کو امریکہ اور چین کو اعتماد میں لینا ہوگا۔ روس کو دنیا میں آزادیٔ ضمیر کی تحریکوں کا محافظ بننے پر آمادہ کیا جائے۔ پاکستان مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے لئے نئی حکمت عملی اختیار کرے۔

کشمیر کی جنگِ آزادی میں پاکستان کا رول

۱۸۵۷ء کی ہندی مسلمانوں کی ناکام جنگ آزادی کے بعد جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے اپنے اسلامی اور قومی تشخص کے تحفظ کے لئے مذہبی اور علمی تحریکوں کو برپا کیا۔ دارالعلوم دیوبند، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور ایسے ہی چھوٹے بڑے روحانی و فکری اداروں کی کوکھ سے مسلم لیگ تحریک، خلافت تحریک، خاکسار تحریک اور دیگر ایسی سیاسی و اصلاحی تحریکوں نے جنم لیا۔ ان تحریکوں کی جدوجہد تصور پاکستان کی تخلیق پر منتج ہوئی۔ دو قومی نظریہ کے تحت برصغیر کے اکثریتی مسلم علاقے مل کر مملکت کی صورت اختیار کرنے والے تھے اور کشمیر اس مسلم مملکت کا حصہ ہوتا۔ چونکہ شاطر کانگریسی رہنماؤں اور عیار انگریزوں نے مل کر

تنظیم پاکستان کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی، وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے۔ ہندی مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کی تحریک جزوی طور ہی کامیاب ہوئی۔ آسام اور کشمیر دو بڑے حصوں پر مشتمل پاکستان کے نقشے میں نہ آسکے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پنڈت نہرو جن کے آباء واجداد کشمیری تھے کشمیر کے ساتھ جذباتی لگاؤ رکھتے تھے رومانی زبان میں بات کریں تو انہیں کشمیر سے وہی الفت تھی جو کسی پر جوش عاشق کو کسی خوبصورت حسینہ سے ہو سکتی ہے اور یہ بات خود نہرو کے کشمیر سے متعلق خیالات اور بیانات سے بھی واضح ہوتی ہے اس کے مقابلے میں قائداعظم کو کشمیر کے ساتھ صرف سیاسی لگاؤ تھا۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے جب stand still معاہدہ کی پیشکش کی تو پاکستان نے اسے فوراً قبول کیا جبکہ بھارت سوچی سمجھی سکیم کے تحت خاموش رہا۔ شیخ محمد عبداللہ سرینگر میں گرفتار ہوتے تو نہرو اپنے دوست کی حمایت میں بیانات بھی جاری کرتا، دوست کی وکالت کے لئے کشمیر بھی آتا اور کبھی اس کے ساتھ یکجہتی کے اظہار کے لئے خود کو گرفتاری کے لئے پیش بھی کرتا۔ بہرحال نہرو کی ہوشیاری کے مقابلے میں فراستِ جناح فیصلہ کن رول ادا کرنے سے رہ گئی اور یوں کشمیر مملکت خداداد کا حصہ نہ بن سکا۔

اگست ۱۹۴۷ء کے اوائل میں گاندھی جی نے سری نگر کا دورہ کیا، انہوں نے ہری سنگھ کو ہندو حمیت کے حوالے سے ہمنوا بنالیا ہے۔ ہری سنگھ اندر ہی اندر الحاق ہند کے لئے تیاری کرتا رہا اور اسی مقصد کے لئے اس نے کانگریس لابی کے ایجنٹ مہر چند مہاجن کو کشمیر کا وزیر اعظم مقرر کیا۔ پاکستان تحریک کے بزرگوں نے ہری سنگھ کے عزائم کا صحیح ادراک کرتے ہوئے کشمیر میں مسلح بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ ۱۴ اگست کو پاکستان معرض وجود میں آگیا اور اس کے چند روز بعد ہی نیلابٹ سے بغاوت کا بگل بجا اور بغاوت کا لاوا جگہ جگہ پھوٹا۔ کشمیریوں نے ہری سنگھ کی فوج کے خلاف تین مہینے اور بھارت کی منظم اور بہتر ہتھیاروں سے لیس فوج کے خلاف پندرہ مہینے تک لڑائی جاری رکھی اور اس طرح آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان سمیت ۳۲ ہزار مربع میل کا علاقہ آزاد کیا۔ لڑائی جاری تھی کہ بھارت نے UNO کی طرف رجوع کیا۔ اقوام متحدہ میں پاکستان بھی اپنا کیس لے کر گیا، بحث شروع ہوئی، کشمیر میں جنگ بندی ہوئی لیکن مسئلہ کشمیر پر پھر بھی ۱۹۶۵ء تک بحث ہوتی رہی اور ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد وہاں بحث و تکرار کا عمل جاری نہ رہ سکا۔ پاکستان نے مسئلہ کشمیر میں وکیل کی حیثیت سے مداخلت کی لیکن مسئلہ کا فریق بنا۔ آج صورتحال یہ ہے کہ اگر مقبوضہ کشمیر میں پٹاخا پھٹے پاکستان کو جواب دینا پڑتا ہے، پاکستان اور بھارت

کے درمیان تین جنگیں ہوئیں لیکن پاکستان کشمیر فتح نہ کر سکا۔ الٹا یہ ہوا کہ پاکستان دو حصوں میں بٹ گیا۔ پاکستان کی اقدامی پوزیشن باقی نہ رہی، پاکستان کو صبح و شام دفاع اور صرف دفاع کی فکر دامن گیر ہے اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان ریڈیو اور اخبارات بھارتی مقبوضہ کشمیر کے حریت پسندوں کی سرگرمیوں کا کوئی خاص تذکرہ نہیں کرتے۔ اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے پاکستانی رہنما فرماتے رہے کہ دیکھو ۱۹۴۷ء میں کشمیریوں نے تعاون نہ کیا، ۱۹۶۵ء میں ہمارے مجاہدوں کو پکڑ کر دشمن کے سپرد کیا، وغیرہ۔ قائداعظم نے فرمایا تھا کہ جموں سے یلغار کرو تو ۱۹۴۷ء کا قبائلی لشکر وادی کشمیر کے راستے کشمیر کی طرف بڑھا اور جب کمانڈر خورشید انور صاحب اوڑی سے ہوتے ہوئے بارہمولہ پہنچے تو وہاں دو دن ضائع کئے۔ یہاں تک کہ ۲۷ اکتوبر کو بھارتی فوج سرینگر کے ہوائی اڈہ پر اتری۔ نہ تو کشمیر فتح ہو سکا اور نہ ہی جموں کے مسلمان بچے۔ وہاں تقریباً ۲ لاکھ جموی مسلمان قتل کئے گئے اور پانچ لاکھ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ اگر پاکستان مسئلہ کشمیر کا فریق بننے کی غلطی نہ کرتا اور کشمیریوں کو جہاد جاری رکھنے کی ترغیب دیتا تو گوریلا جنگ میں بھارت کا غرور طاقت مٹ جاتا اور کشمیر سے رخصت ہونے میں ہی وہ عافیت سمجھتا۔ بھارتی سیاست دانوں نے بڑی مکاری اور عیاری سے ایسی صورتحال کو پیدا نہ ہونے دیا۔ وقت گزرتا گیا۔ بھارت مضبوط ہوا اور کشمیری کمزور ہوئے پاکستان کی بے بسی اور کشمیریوں کی کمزوری دیکھ کر بھارت نے اعلان کیا کہ کشمیر اس کا اٹوٹ انگ ہے۔ نہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کا احترام باقی رہا اور نہ ہی بھارتی وزیراعظم پنڈت نہرو کا سرینگر لال چوک کا وعدہ پورا ہوا۔ یوں کشمیریوں کو حق خودارادیت سے محروم کیا گیا اور اُن کا حقِ آزادی سلب ہوا۔ آج پاکستان فرماتا ہے کہ ہم کشمیر کے بارے میں اپنے مؤقف پر قائم ہیں لیکن الفاظ کی حد تک ہی۔

ادھر مقبوضہ کشمیر کے مسلمان اسلام کی سربلندی اور وطن عزیز کی آزادی کے لئے مصروف بہ عمل ہیں وہاں کے حریت پسند بھارتی گولیوں، سنگینوں، لاٹھیوں، آنسو گیس کے گولوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہیں اس وقت مقبوضہ کشمیر میں ہزاروں حریت پسند جیلوں، تھانوں اور تعذیب خانوں میں زیرِ عتاب ہیں۔ وہاں ہر سال بیسیوں نوجوان شہید ہوتے ہیں اور سینکڑوں زخمی ہوتے ہیں۔ موجودہ تحریک مزاحمت Resistance Movement میں بھارتی مقبوضہ کشمیر کے مسلم حریت پسندوں نے بھارتی پولیس اور فوج کے خلاف جدید ہتھیار بھی استعمال کئے۔ انہوں نے کلاشنکوف رائفلوں سے ظالموں پر گولیاں برسائیں۔ انہوں نے غاصب فوج کو بموں کا نشانہ بھی بنایا۔ وہاں کے حریت پسند منظم عوامی احتجاج کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ لوگ سڑکوں پر

نکل آتے ہیں اور اسلام اور آزادی کے حق میں نعرے بلند کرتے ہیں۔ وہاں غیور حریت پسند سب کچھ کرتے ہیں اُن کی نظریں آزاد کشمیر پر جمی ہوئی ہیں لیکن یہاں کے زعمائے کرام فرماتے ہیں کہ "یہ بم دھماکے بھارت کراتا ہے" (بیان قیوم خان صاحب بحوالہ روزنامہ جنگ ۱۸ مئی ۱۹۸۹ء) اور پاکستان کے اخبارات ایسے بیانات خوبصورت سرخیوں کے ساتھ شائع کرتے ہیں اور یہاں پاکستان کے حکمران خاموش ہیں پھر بھی کہتے ہیں کہ کشمیر پاکستان کی "شہ رگ" ہے۔ پھر بھی اعلان ہوتا ہے کہ کشمیر کے بارے میں ہمارے بنیادی مؤقف میں کوئی فرق واقع نہ ہوا۔ کل اگر بھارتی مقبوضہ کشمیر دوسرا اندلس بنتا ہے تو پھر بھی یہاں اعلان ہوگا کہ اب کشمیر کے پہاڑوں اور پتھروں کے بارے میں جو مؤقف ہے ہم اُس پر چٹان کی طرح قائم ہیں۔

اُدھر مقبوضہ کشمیر کے مسلمان آگ سے کھیل رہے ہیں اور اِدھر اسلام اور اخوت کا دعویٰ کرنے والے لوگ رومی اور یونانی بادشاہوں کی طرح وادی کشمیر کے ایمفی تھیٹر میں انسانوں اور بھوکے پیاسے درندوں کے درمیان ہو رہی اس خونریز لڑائی کا اذیت پسندانہ جذبات (Sadistic Emotions) کے ساتھ مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کشمیری اپنی آزادی کے لئے کچھ نہیں کرتے، کچھ فرماتے ہیں کہ جب تک جہلم کا پانی کشمیریوں کے لہو سے سرخ نہیں ہوتا اُس وقت تک یہ تحریک زور نہیں پکڑ سکتی ہے۔ ستم بالائے ستم کہ یہ لوگ ایسی باتیں ایئرکنڈیشنڈ ہوٹلوں اور خوبصورت کوٹھیوں میں کرتے ہیں۔ آخر یہ مجرمانہ روش کب تک باقی رہے گی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اگر آپ لوگوں میں اتنی ہمت اور قوت نہیں کہ مقبوضہ کشمیر کے حریت پسندوں کی عملی مدد کریں تو آپ آزاد کشمیر کو کشمیر کے حقیقی آزاد علاقہ کی حیثیت سے تسلیم کیوں نہیں کرتے تاکہ آزاد علاقہ کشمیر کی جنگ آزادی کا بیس کیمپ بن سکے۔ اُدھر جنگ بندی لائن کے اُس طرف بھارتی درندے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں اور اِدھر آزاد کشمیر کے کشمیری مسلمان تماشائیوں کا رول ادا کر رہے ہیں، وہ سڑکوں اور پارکوں کی آرائش میں مصروف ہیں، اب بھی وقت ہے کہ پاکستان مسئلہ کشمیر کے بارے میں

حقیقت پسندانہ مؤقف اختیار کرے ۔ اس بات کی وضاحت احقر نے انگریزی مقالہ "No Romanticism on Kashmir Front" میں کی ہے ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے پاکستانی بھائی ہماری باتوں کا سنجیدہ نوٹس لیتے ہوئے کشمیر کے بارے میں کچھ عملی اقدامات کریں ۔

باب دوم

کشمیر — عالمِ اسلام کا اگلا دفاعی مورچہ

جس طرح افغانستان کے محاذ پر کمیونزم کے خلاف اسلام کی برتری کی جنگ لڑ کر عالمِ اسلام کے اِس اگلے دفاعی مورچہ کو مضبوط اور مستحکم بنا دیا گیا اور کمیونزم کی یلغار کو روکا گیا اسی طرح کشمیر ایک ایسا محاذ ہے جہاں فرزندانِ توحید برہمنی سامراج کے شرک و شر کے خلاف حق پرستی کی جنگ لڑ رہے ہیں ۔ بھارتی سامراج مجاہدینِ اسلام کو کشمیر کے محاذ پر کچل کر پاکستان کو زیر کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ مشرقِ وسطیٰ کی طرف پیشقدمی کر سکے ۔ برہمنی سامراج اور اسرائیلی یہودیوں کے درمیان اسلام دشمنی پر مکمل اتحاد ہے ۔ ہنود اور یہود کے اتحاد اور اتفاق سے نہ معلوم کتنے مسائل الجھے ہوئے ہیں ۔ جس طرح اسرائیل کے نقشے میں ارضِ حجاز کو شامل کیا گیا ہے اسی طرح اکھنڈ بھارت کے نقشے میں جنوبی ایشیا کی مسلم مملکتوں کو شامل کیا گیا ہے ۔ کشمیری مجاہد پچھلے ۴۲ سال سے حق و باطل کی جنگ میں مصروف ہیں ۔ اس عرصے کے دوران ہمارا وکیل ہماری ترجمانی کی جد و جہد میں خود بھی کمزور ہوا اور اب وکیل کی بقاء کا مسئلہ پیدا ہوا ہے ۔ اُدھر محاذِ کشمیر پر جنگ جاری ہے وہاں کشمیری مجاہد بھارت کے خلاف جدید ہتھیار بھی استعمال کرتے ہیں ۔ کشمیری مجاہد شہید بھی ہوتے ہیں اور زخمی بھی ۔ وہ جیلوں اور تعذیب خانوں کی زینت بھی بنے ہوئے ہیں ۔ بھارت کے خلاف نفرت کا لاوا اندر ہی اندر پک رہا ہے ان حالات میں اگر بھارتی سامراج کشمیر کے محاذ پر ردِّعمل کی اقدامی جنگ لڑنے کا فیصلہ کرے تو وہ کشمیر کے مورچہ کو زیر و زبر کرتے ہوئے پاکستان کو ملیا میٹ کرنے کے درپے ہوگا ۔ پچھلے تجربات کی روشنی میں ہمیں اندیشہ ہے کہ شاید پاکستان اپنا دفاع بھی نہ کر سکے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی سیکرٹریٹ محاذِ کشمیر کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے مادّی اور

فوجی امداد کا بندوبست کرے۔ پاکستان کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی مزید کوئی غلطی نہ کرے۔ بھارتی حکمرانوں کی حسین مسکراہٹوں میں اُن کے مکروہ عزائم کو بھانپنے کی کوشش کی جائے، بھارت عیار اور مکار ہے۔ وہ بس موقع کی تلاش میں ہے۔ گھات میں بیٹھے ہوئے بھارت سے ہوشیار رہیں آپ فوراً اسلامی دنیا کو اعتماد میں لے کر امریکہ اور چین کو عالم اسلام کے ملی مفادات کے تحفظ کا احساس دلائیں۔ پاکستان اب بھی دس کروڑ مسلمانوں کا عظیم ملک ہے یہاں ذہین اور دردِ دل رکھنے والے لوگوں کی کمی نہیں۔ بس ایسے باصلاحیت لوگ زندگی کے جس شعبے میں بھی کام کر رہے ہیں متحرک ہوجائیں۔ احقر کشمیر کے محاذِ جنگ پر محوِ جہاد مجاہدین کشمیر کے نمائندہ کی حیثیت سے عرض کر رہا ہے کہ آپ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔ اسی میں پاکستان کی سلامتی اور کشمیر کی آزادی کا راز مضمر ہے۔

کشمیر کے محاذ پر لڑنے والے مجاہدوں کی حالتِ زار کا کسی کو بھی احساس نہیں۔ مجاہدین کشمیر بس اللہ کے بھروسہ پر جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں اُن کے پاس موزوں اور مکتفی ہتھیار ہی نہیں۔ سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے روپئے کوئی فراہم کرتا نہیں۔ ایسے کتنے ہی مجاہدین جو اس وقت کشمیر کے جیلوں اور انٹروگیشن سنٹروں میں زیرِ تفتیش و تعذیب ہیں اور اُن کے گھروں میں افلاس اور یاس و افسردگی کا سماں بندھا ہے بھارت مقبوضہ کشمیر کا اسلامی تشخص مٹانے کے درپے ہے۔ بے بس کشمیری اُس کی ثقافتی اور تہذیبی یلغار کو روکنے سے قاصر ہیں۔ کشمیری مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ہی تبدیل ہو رہا ہے۔ بھارت منصوبہ بند طریقے سے اسلام اور اسلام پسندوں کے خلاف کام کر رہا ہے۔ اسلام کے شیدائی اس کے مکروہ اور مذموم عزائم کی تکمیل کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں اب وقت آگیا ہے جب آپ ان اسلام پسند مجاہدوں کی حمایت کے لئے کمربستہ ہوجائیں حق و باطل کی اس جنگ میں اگر عالم اسلام نے اپنی فکری برتری کا مظاہرہ کیا تو بھارت کے جارحانہ عزائم کا مؤثر بلکہ فیصلہ کن جواب دیا جا سکتا ہے۔ بھارت اپنی افواج کی تعداد میں اضافہ کر رہا ہے بھارت اپنی افواج کو جدید ترین ہتھیاروں سے مسلح کر رہا ہے بھارت ایٹمی ہتھیار بنانے میں مصروف ہے بھارت دور مار میزائیل بھی بنا رہا ہے بھارت ہٹلر کی طرح اقدامی لڑائیوں کی تیاری کر رہا ہے ان حالات میں کشمیر کے حق پرستوں کو بھارتی درندوں اور ٹڈیوں کے رحم و کرم پہ چھوڑنا ایسا گناہ ہے جس کے لئے آزاد مسلم ممالک کے زعماء آخرت میں بے بس ہوں گے۔ وہاں اللہ کے حضور اُن کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔ یہ کیسا ایمان ہے کہ ایک طرف آپ قرآن کے حامل بھی ہوں اور دوسری طرف آپ پیغامِ قرآن کے محافظ مجاہدوں کی مدد بھی نہ کریں اللہ نے آپ کو ہر نعمت عطا کی ہے

مسلم دنیا کے پاس فکری صلاحیتوں سے لیس رہنما ہیں اور بے پناہ مادی وسائل بھی۔ کیا مادی دولت کے یہ خزانے عیاشی اور بے مقصد زیب و زینت کے لئے فراہم کئے گئے ہیں۔ اللہ کی امانت کو ضائع نہ کریں۔ یہ فانی زندگی دھوکہ ہے اگر مقصدِ حیات تک رسائی نہ ہو تو یہ زندگی بے معنی اور بے سوز ہے۔ مجبور اور محکوم مسلمانوں کی حمایت اور اعانت کریں۔ بس اسی میں تم لوگوں کی دنیوی اور دینی فلاح کا راز مضمر ہے اگر آپ ایسا نہ کریں تو دنیا بھر کی شر پسند قوتیں حق کو مغلوب کرنے کے لئے کمربستہ ہوں گی اور آپ کی ملت حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گی۔ آرام و آسائش کے یہ وسائل بھی فنا ہوں گے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے زعماءِ ملت خود احتسابی کے جذبے کے ساتھ غور کریں کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
رُوحِ اُمم کی حیات کشمکشِ انقلاب
صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

عالم اسلام اپنا فرض پورا کرے

سنہ ۶ھ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر پیارے رسولؐ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ کے کافروں کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ ہم عمرہ ادا کرنے آئے ہیں، ہم جنگ لڑنے کی نیت سے نہیں آئے ہیں ابھی حضرت عثمانؓ مشرکین مکہ کے ساتھ مذاکرات ہی میں مصروف تھے کہ ادھر مجاہدینِ اسلام کے کیمپ میں یہ افوا پھیلی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا۔ اس پر چودہ سو مجاہدینِ اسلام نے ایک درخت کے نیچے پیارے رسولؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی کہ ہم قتلِ عثمانؓ کا بدلہ لیں گے اور اُس وقت تک پیچھے نہیں ہٹیں گے جب تک مکمل فتح یا شہادت کی منزل نہیں پاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمانؓ صحیح سلامت واپس لوٹے۔ بالآخر مشرکین مکہ کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا جو "صلح حدیبیہ" کہلاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ صرف افواہ ہوئی کہ کفارِ مکہ نے ایک مومن کو شہید کیا اور ادھر پوری اُمتِ مسلمہ بشمول پیغمبرِ رحمتؐ مرنے مٹنے پر آمادہ ہوئی۔

انتقام کے جوش اور جذبۂ اخوت و محبت کے تحفظ کے لئے ایک ایسی جنگ لڑنے پر کمربستہ ہوئے جس میں مسلمانوں کے پاس ذاتی دفاعی ہتھیار یعنی تلوار کے سوا اور کچھ موجود نہ تھا۔ گویا مجاہدین خودکشی کے مترادف جنگ لڑنے کا عزم کر چکے تھے اللہ نے اُن کا یہ اخلاص اور ایثار قبول فرمایا کہ مکہ صرف دو سال بعد بغیر کسی جنگ کے فتح ہوا۔ آج کتنے ہی ایسے شہر ہیں جہاں غلام مسلمانوں کے گھر لٹ رہے ہیں، سر کٹ رہے ہیں اور عورتیں اغوا ہوتی ہیں جہاں مسجدیں شہید کی جاتی ہیں اور قرآن پاک کے نسخے نذرِ آتش ہو رہے ہیں جہاں اللہ کا نام لینا جرم ہے کیا مسلمانوں کی یہ حالت درماندگی اور کسمپرسی دیکھ کر آزاد مسلم ممالک کی نیند حرام ہوتی ہے کیا مسلم حکمران عیاشی کے طور طریقوں سے بیزار ہوتے ہیں، کیا مسلم لشکر جذبۂ انتقام کے ساتھ اعدائے دین پر چڑھ دوڑ تا ہے؟ وہاں ہم اتنا جانتے ہیں کہ متاعِ دُنیا سے تمہاری محبت قوی سے قوی تر ہوتی جا رہی ہے تن آسانی تمہاری حیات کا طرۂ امتیاز ہے۔ حُبِّ دُنیا اور موت سے نفرت تمہاری حیاتِ مستعارہ کا اصول اساسی ہے افسوس کہ تمہارا سویا ہوا ضمیر بیدار ہوتا نہیں۔ مظلوم اور معتوب مسلمان آپ سے کس خیر کی توقع رکھیں۔ راجہ داہر کے دورِ استبداد میں سندھی سپاہیوں نے مسلم مسافر خاتون کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا تو مظلوم خاتون نے پکارا۔ "اے حجاج مجھے بچاؤ"۔ مسلم مملکت کے قریبی گورنر حجاج بن یوسف تک یہ الفاظ پہنچے تو وہ غم سے بے ہوش ہوا۔ ہوش سنبھالا تو اپنے ۱۷ سالہ داماد محمد بن قاسم کو بارہ ہزار مجاہدین کا امیر بنا کر سندھ روانہ کیا۔ راجہ داہر کا لشکر جس میں ساٹھ ہزار سپاہی تھے شکست فاش سے دوچار ہوا اور یوں مسلمانوں نے سندھ فتح کیا۔ یاد رہے کہ مظلوم عورت ہی کا مسئلہ تھا کہ سپین (اندلس) فتح کرنے کے لئے طارق بن زیاد دس بارہ ہزار مجاہدوں کا لشکر لے کر جبلِ اندلس پر وارد ہوئے اور کشتیاں جلا کر مجاہدینِ اسلام کی دینی حمیت اور غیرت کو للکارتے ہوئے اُن سے کہا کہ دیکھو مجاہدو تمہارے پیچھے سمندر ہے اور آگے نصاریٰ کا طاقتور لشکر ہے اب وقت آ گیا ہے کہ تم صرف اور صرف اللہ پہ بھروسہ کرتے ہوئے حق و باطل کے اس معرکہ میں قوتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ظالموں سے یہ علاقہ پاک کریں۔ حق و باطل کی جنگ کئی دن تک جاری رہی۔ اور یوں ہسپانیہ فتح ہوا اور اس کے ساتھ ہی مظلوموں نے سکھ کا سانس لیا۔ آزاد قوموں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگاتی ہیں۔ پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کو ذلت آمیز شرائط صلح پر دستخط کرنے پر مجبور کیا گیا تو جرمنی نے ہٹلر کی قیادت میں قومی وقار اور عزت کو بحال کرنے کے لئے بیس سال کے بعد پوری دُنیا سے

انتقام لینے کی جنگ کا آغاز کیا۔ جرمنی کی یہ انتقامی لڑائی جرمنی کی تقسیم پر ضرور منتج ہوئی لیکن جرمنی نے اپنے سپاہیانہ وقار کو ضرور بحال کیا۔ فاکلینڈ پر ایک ہمسایہ ملک نے چڑھائی کی تو برطانیہ نے اس چھوٹے سے جزیرے پر سے اپنے حریف کا قبضہ ختم کرانے کے لئے اپنی نصف بحری قوت کو روانہ کیا اور تین ہفتے کے سفر کے بعد جب سمندری جنگی جہاز وہاں پہنچے تو وہاں انگریزی غیرت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے جزیرے کو پھر اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ لیکن یہاں یہ حال ہے کہ ایک عظیم ملک دو حصوں میں تقسیم ہوا اور ملت کے زعماء نے اس سانحہ کو ہنسی مذاق میں برداشت کیا۔ گویا یہ سب کچھ سیاسی تفریح کا حصہ تھا۔ اللہ رحم کرے۔

کیا ملتِ اسلامیہ کے محکوم اور مظلوم مسلمانوں کی بے بسی اور مجبوری دیکھ کر بھی ملت کے علماء اور امراء آرام کی نیند سو رہے ہیں آخر کیا وجہ ہے کہ کشمیر، بھارت، جنوبی روس، قبرص، افغانستان، فلسطین، فلپائن کے مسلمانوں کی درد بھری داستان سن کر بھی ملت کے اہل ہمت سیاستدانوں اور سپاہیوں کی رگِ حمیت پھڑکتی نہیں۔ ملت کے سیاسی مفکرین مشرق و مغرب کو اپنی فکری صلاحیتوں سے مسحور اور مرعوب کر کے مجبور اور مغلوب مسلمانوں کی آزادی کے لئے عملی اقدامات کرنے کے لئے کمربستہ کیوں نہیں ہوتے۔ ملت کے مادی وسائل سائنس دانوں کے لئے وقف کیوں نہیں ہوتے تاکہ وہ دفاعی ٹیکنالوجی کے بل پر مؤثر عسکری نظام کے قیام کے لئے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

باب سوم

تحریکِ حُریّتِ کشمیر کا عسکری پہلو

عالمِ سیاست میں شخصیات قوموں کی تقدیر بنانے یا بگاڑنے میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ شخصیات کو کسی خاص مقصد کے لئے ہمنوا بنائے بغیر حصول مقصد کی تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی۔ جہاں قوّتِ مادی سے مقاصد حاصل ہو نہیں سکتے وہاں شخصیات کا رول فیصلہ کُن ثابت ہوتا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب عسکری انقلاب کی حامل اور حامی قوتیں سری نگر پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے پر تول رہی تھیں سری نگر کی سیاست اس انقلاب کے لئے مخالف ماحول استوار کرنے میں شعوری اور غیر شعوری طور منہمک تھی۔ ۱۹۴۶ء میں شیخ محمد عبداللہ نے کشمیر چھوڑ دو نعرہ لگا کر کشمیر کے مطلق العنان حکمران کی حاکمانہ انا کو مجروح کیا، باوجود اس کے کہ شیخ محمد عبداللہ نے سیکولر تحریک نیشنل کانفرنس کے قائد کی حیثیت سے یہ نعرہ لگایا تھا وہ ہندو حکمران کے دل میں کوئی نرم گوشہ پیدا نہ کر سکے۔ ابھی ہری سنگھ نعرۂ عبداللہ کا علاج ڈھونڈنے کی فکر و تدبیر ہی کر رہا تھا کہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں قبائلی لشکر نے ہری سنگھ کی فوجوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے کا عمل شروع کیا۔ ہری سنگھ اس بات سے اور بدحواس ہوا، اُس نے سری نگر سے فرار ہو کر جموں میں مسلمانوں پر نزلہ گرا دیا وہاں مسلمانوں کا قتلِ عام کروایا اور یوں شیخ عبداللہ کی للکار اور قبائلی لشکر کی یلغار کا جواب دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اُس نے بھارت سے الحاق کی درخواست کرتے ہوئے بھارتی فوجوں کو ریاست میں داخل کرنے کی تلقین اور تاکید کی۔ اس طرح ۲۷ اکتوبر کو بھارتی فوج کا پہلا دستہ سری نگر کے ہوائی اڈہ پر اُتر کر محاذِ جنگ پر پہنچا معلوم ہوا کہ شیخ محمد عبداللہ کا سیکولرازم جموں کے مسلمانوں کو ہری سنگھ کی تلوار سے نہ بچا سکا۔ ہری سنگھ کی مجروح انا نے کشمیر کے عسکری انقلاب کی کامیابی کی راہ میں ایک نہیں کئی رکاوٹیں پیدا کیں۔ اسی طرح خود شیخ عبداللہ کی زخمی انا نے انقلاب پسند قوتوں کی راہ میں مشکلات پیدا کیں۔ مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ نے ۱۹۴۴ء میں قائدِ اعظم کے دورۂ کشمیر کے موقع پر شیخ محمد عبداللہ کو عوامی تحریک سے الگ (ISOLATE) کرنے کی کوشش کی۔

شیخ عبداللہ نے ردّ عمل دکھانا شروع کیا۔ ۱۹۴۶ء میں جب شیخ نے کشمیر چھوڑ دو تحریک شروع کی تو قائدِ اعظم نے فرمایا کہ یہ تحریک وہاں کچھ غنڈوں اور روسی ایجنٹوں نے شروع کی ہے۔ عبداللہ کی زخمی انا اور مجروح ہوئی۔ پھر جب ۱۹۴۷ء میں قبائلی لشکر سرینگر کی طرف پیشقدمی کرنے لگا تو بقول شیخ عبداللہ (بحوالہ "آتشِ چنار" از شیخ عبداللہ) لشکر کے غازی میراسر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں شیخ نے بھرپور عوامی ردّعمل کے ذریعے قبائلی یلغار کو روکنے کی کوشش کی۔ اُس کے والنٹیروں کا نعرہ تھا "حملہ آور خبردار سلامتی فوج تیار"۔ مقبول شیروانی اسی سلامتی فوج کے رضاکار کی حیثیت سے بارہمولہ میں مارا گیا۔ پس ہری سنگھ، شیخ عبداللہ اور بھارتی فوج نے مل کر مظفر آباد کی قبائلی یورش اور یلغار کو روک لیا۔ اس طرح اعلیٰ سیاسی حکمتِ عملی کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہری سنگھ اور شیخ عبداللہ نے بھارتی سپاہیوں کا رول ادا کیا۔ پنڈی کے سیاسی حکیم ان کو نہ تو ہمنوا بنا سکے اور نہ ہی انہیں بے ضرر بنا دیا۔ یہ دو اہم شخصیتیں نہ تو Disarm ہوئیں اور نہ ہی Neutralize۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سری نگر فتح نہ ہو سکا ۱۹۶۵ء میں آپریشن جبرالٹر کے موقع پر نہ تو سری نگر کے مسلم رہنماؤں کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی گئی اور نہ ہی آزاد کشمیر کے رہنماؤں کو اعتماد میں لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فوجی معرکہ (Military adventure) ناکام ہوا۔ تاریخ نے ثابت کیا کہ کشمیر ایسے فوجی ہنگاموں سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ کشمیر کی آزادی کے لئے کشمیریوں کی ہمہ گیر تحریکِ مزاحمت برپا ہونی چاہیئے، یہ تحریک سیاسی، سفارتی اور عسکری محاذوں پر مربوط اور منظم انداز میں جاری رہنی چاہیئے۔

۱۹۷۱ء کے سقوطِ ڈھاکہ سے جیوپولیٹیکل نقشہ (Geo-political situation) میں تغیر واقع ہوا۔ بھارت جنوبی ایشیا میں قومی استکبار (National aggrandizement) کے جذبے کے تحت اپنی چودھراہٹ (Hegemony) منوانا چاہتا ہے، پاکستان بھارت کی بالادستی (Overlordship) کے خلاف دفاعی اقدامات کرنے کی فکر میں ہے۔ اب چونکہ پاکستان ۱۹۷۲ء کے شملہ سمجھوتے کے بعد محمد بن قاسم کا رول ادا نہیں کر سکتا اس لئے کشمیر کی آزادی کے لئے اسے حربی داؤ پیچ (Tactics) کو اختیار کرنا ہوگا۔ یہ بات بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کشمیر پراکسی سٹریٹیجی (Proxy strategy) سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ کشمیر میں دہشت پسندی کے عمل سے بھی بھارت بے دخل نہیں ہو سکتا دہشت پسندی (Terrorism) سے اس کو پریشان تو ضرور کیا جا سکتا ہے لیکن اس کو شکست نہیں دی جا

سکتی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ایسے اقدامات سے بھارت کو ایسا ردّ عمل دکھانے پر مجبور کریں جس کے اثرات سنبھالنے کے ہم متحمل ہی نہ ہوں۔ فنونِ حرب و ضرب سے وابستہ ماہرین اس معاملہ پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کریں۔ کشمیر پنجاب نہیں ہے اُدہر اگر بیس تیس آدمی روزانہ کٹتے ہیں تو یہ عمل اُن لوگوں کے لئے باعثِ اطمینان ہوگا جنہوں نے ۱۹۴۷ء میں وہاں اپنی بربادی اور بے بسی کا نظارہ دیکھا ہے۔ یہاں اصولِ اذیت (sadism) کے تحت اپنے دینی بھائیوں کی ہلاکت اور تباہی کے مناظر سے محظوظ ہونے کی روشِ ظالمانہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ آپ کے حق میں سری نگر کی سڑکوں پر کچھ نعرے بلند ہوں تو یہ بات آپ کی مجروح قومی انا کی تسکین کے لئے کافی ہو لیکن کشمیر کی آزادی اس سے ممکن نہیں۔ جہاد اور شہادت کا عمل کرکٹ میچ نہیں کہ لوگ تفریحِ طبع کا سامان پائیں۔ اگر آپ اس پوزیشن میں ہی نہیں کہ آپ عملاً کشمیری مجاہدوں کے دُکھ درد میں شریک ہو جائیں تو آپ کشمیریوں کی الگ قومی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں قومی آزادی کی جنگ خود لڑنے کا موقع دیں، وقت تیزی سے گزر رہا ہے اس معاملہ میں جتنی بھی تاخیر ہو گی آپ پریشان ہی ہوتے رہیں گے۔ فہم و فراست پر مبنی جرأت مندانہ فیصلہ کی ضرورت ہے۔ معاملہ بہت نازک ہے۔ مسئلہ کافی حد تک الجھا ہوا ہے۔ اس کو سلجھانے کے لئے سیاسی تدبّر، فوجی حکمتِ عملی اور ہمت کی ضرورت ہے۔

جب بھی کشمیریوں نے اپنی مدد آپ کے اصول کے تحت بھارت کے خلاف عسکری جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ نے انہیں راہ سے ہٹانے کی کوشش کی۔ شہید محمد مقبول بٹ صاحب اس کی زندہ مثال ہیں۔ آپ نے مقبول بٹ صاحب اور اس کے تین سو رفیقوں کو شاہی قلعہ اور دیگر تعذیب خانوں میں ظلم و تشدد کا نشانہ کیوں بنا دیا پھر جب پاکستان سپریم کورٹ نے انہیں محبِ وطن کشمیری قرار دے کر باعزت طور پر بری کر دیا تو اُن کو ۱۹۷۶ء کے بعد بھارتی سامراج کے رحم و کرم پر کیوں چھوڑا۔ بھارت نے جب مقبول کو فروری ۱۹۸۴ء میں پھانسی دینے کا فیصلہ کیا تو آپ خاموش کیوں رہے۔ اور جب اُن کی شہادت کے بعد جنرل ضیاء الحق صاحب نے فرمایا "مقبول بٹ صاحب عظیم حریت پسند تھے اُن کی شہادت سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے، مجھے یقین ہے کہ کشمیری وہ خلا پُر کریں گے"، تو اس وقت کشمیر کے جو غیور مجاہد مقبوضہ کشمیر میں محوِ جہاد رہ کر مقبول بٹ صاحب کی شہادت سے پیدا شدہ خلا کو پُر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آپ انہیں کیوں نہیں اپناتے، وہ اپنے آپ کو بے یار و مددگار کیوں سمجھ رہے ہیں۔ آپ کے زعماء کرام الٹے بیانات سے اُن کی تحریک کو مشکوک کیوں بنا رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے غلط طرزِ فکر اور منفی سیاست سے جنگ بندی لائن کے اس پار

رہنے والے جذباتی نوجوان یہاں بھی بغاوت کا اعلان کریں اور پھر آپ افسوسناک صورتحال دیکھ کر اپنے آپ کو بے بس پائیں۔ اس وقت یہاں کچھ بزرگ آپ کے ساتھ عملی تعاون کرنے کی تجویز پیش کر چکے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ماضی کی کوتاہیوں کا کفارہ ادا کرنے کا یہ موقع بھی کھو دیں۔ تاریخ کا سفر جاری ہے۔ کشمیری حریت پسند بھارتی تسلط کے خلاف مقدور بھر جدوجہد کر رہے ہیں وہ مظلوم راہیں تک رہے ہیں کہ آج نہیں تو کل آپ ضرور سامانِ حرب و ضرب سے لیس ہو کر اُن کی مدد کے لئے وارد کشمیر ہوں گے۔ آپ ذرا غور کریں آپ کے دینی بھائی وہاں بھارتی مقبوضہ کشمیر میں کیا کچھ سہنے پر مجبور ہیں۔ بھارتی درندے اُن کی عزت و آبرو سے کھیل رہے ہیں اور آپ یہاں ذاتی استکبار (self - aggrandizement) کی گندی سیاست کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ تمہاری یہ خود پسندی (narcissism) تمہیں اخلاص اور ایثار کا راستہ اپنانے کی اجازت نہیں دیتی۔ آپ شہرت اور مادی زیب و زینت کی زندگی میں ہی راحت اور مسرت پاتے ہیں، پھر بھی آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کے اس آزاد علاقہ کو بیس کیمپ کی حیثیت حاصل ہے۔ کیا آپ اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کے لئے تیار نہیں؟۔

بیس کیمپ کی ضرورت اور اہمیت

بیسویں صدی میں غلام قوموں نے آزادی کی جو گوریلا جنگیں لڑیں اُن کے مطالعہ اور مشاہدہ سے یہی کچھ واضح ہو رہا ہے کہ غلام علاقوں کی آزادی کے لئے ایک ایسے بیس کیمپ کی ضرورت ہوتی ہے جہاں سے فدائینِ حریت غلام علاقہ پر قابض دشمن کے خلاف مؤثر گوریلا کارروائی کر سکیں۔ ویت نام جب بھی آزاد ہوا جب شمالی ویت نام نے جنوبی ویت نام کے لئے تربیت اور رسد کے مرکز کے طور پر کام کیا۔ اسی طرح پاکستان کے شمالی علاقوں نے افغانستان کی جنگِ آزادی کے لئے بیس کیمپ کا کام کیا۔ فلسطین کی جنگِ آزادی میں عرب ممالک نے بیس کیمپ کا رول ادا کیا۔ بہرحال غلام علاقہ میں سرگرم عمل مجاہدین کی کامیابی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ مجاہدین ایک ایسے آزاد علاقہ سے اوپریشن کرتے رہیں جہاں مجاہدین کی تربیت اور آرام کے لئے ہر سہولت موجود ہو۔ یہ علاقہ مجاہدین کی جسمانی، فکری، عملی، نظریاتی اور عسکری تربیت کا ذریعہ ثابت ہو جائے یہاں سے انہیں حرب و ضرب کا سامان بھی مہیا ہوتا رہے اور اشیائے خورد و نوش بھی فراہم ہوں

گویا یہ علاقہ مجاہدین کی مستقل پناہ گاہ (Permanent hide - outs) کا رول ادا کرتا ہے۔ ایسے آزاد علاقہ کے بغیر مغلوب علاقوں کی آزادی کا عمل اگرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ توقع تھی کہ آزاد کشمیر کا علاقہ بھارتی مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لئے حقیقی بیس کیمپ کا رول ادا کرتا لیکن ایسا ہوا نہیں۔ یہ علاقہ دینی بھائیوں نے بالکل اسی طرح بے بس اور غیر مؤثر بنا دیا جس طرح بھارت نے مقبوضہ کشمیر کو بے بس بنا دیا ہے۔ یہاں وزارت امور کشمیر کا ایک سیکرٹری صدر آزاد کشمیر سے زیادہ طاقت ور ہے یہاں کے سیاسی رہنما حق گوئی کے "جرم" کی پاداش میں جیلوں کی زینت بھی بنے رہے۔ سردار عبدالقیوم خان صاحب اور کے ایچ خورشید صاحب اقتدار سے کیسے الگ کیے گئے یہ سب کچھ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ بھارتی مقبوضہ کشمیر سے جو بھی حریت پسند سیاسی پناہ کی تلاش میں آزاد کشمیر پہنچے انہیں یہاں دُلائی انٹروگیشن سنٹر میں غم و اندوہ کے لمحات حیات گزارنے پر مجبور کیا گیا۔ احقر کے کئی رفقاء سفر کو یہاں ابتلاء و آزمائش کے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔ پھر بھی دعوت ہے "تم بھی اٹھو اہل وادی"۔ آپ صاف طور پر یہ کیوں نہیں کہتے "تم نہ اٹھو اہل وادی" تاکہ آپ بزرگوں اور دوستوں کی نیند حرام نہ ہو جائے۔

کشمیر کی جغرافیائی پوزیشن اور گوریلا جہاد

کشمیر میں کسی بڑے اوپریشن سے پہلے کشمیر کے زعماء کرام کو اعتماد میں لینا ہوگا۔ کشمیری عوام کشمیر کی آزادی کے لئے ہمہ گیر تحریک مزاحمت چلائیں۔ یہ عوامی تحریک مزاحمت مختلف محاذوں پر جاری رہے۔ سیاسی محاذ ہو یا سفارتی محاذ ان دونوں محاذوں پر فکری و علمی صلاحیتوں سے لیس انتہائی مخلص و متحرک مجاہدوں کی ضرورت ہے۔ عسکری محاذ پر مسلح جدوجہد صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جو جہاد اور شہادت کے قرآنی تصور کے حامل اور داعی ہوں۔ ابھی تک قوم کا شمر سیاسی اور سفارتی محاذوں پر جدوجہد کرتی رہی۔ پچھلے بیالیس۴۲ سال کی تاریخ گواہ ہے کہ بھارت نے پُرامن جمہوری جدوجہد آزادی کو دبانے اور مٹانے کے لئے تمام سامراجی ہتھکنڈے استعمال کئے ہیں۔ اب غریب کشمیریوں کی مغلوبیت اور مظلومیت ایک نازک مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ بھارت کشمیر کی تحریک حریت کو کچلنے کے لئے نازی ظلم و بربریت کی تاریخ دہرانا چاہتا ہے۔ تند و تیز بیانات کی توپیں داغنے سے بھارت کے مذموم اور مکروہ عزائم خاک میں نہیں مل سکتے۔ اس کے لئے فیصلہ کن عسکری

جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں کچھ لوگوں کی مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کی وجہ سے آج وہاں بھارت کے خلاف شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ اگر بھارت کے خلاف کشمیر میں منظم گوریلا اوپریشن ہوا تو سری نگر کالج خالی ہوں گے طلبہ گوریلا جہاد میں حصہ لینے کے لئے پہاڑوں اور جنگلوں کا رُخ کریں گے۔ اور بھارتی فوجیں محصور اور بے بس ہوں گی۔

گوریلا جنگ کے لئے کشمیر کی سرزمین (Terrain) بالکل موزوں اور موافق ہے کشمیر کے پیچ پیچ پہاڑوں اور جنگلوں میں بھارتی افواج اسطرح بے بس ہوں گی جس طرح کسی خاردار جھاڑی میں پھنسے ہوئے پرندے شکاری کے سامنے بے بس ہوتے ہیں۔ اللہ کی رضا، اسلام کی سربلندی اور کشمیر کی آزادی کے لئے جن مجاہدینِ کشمیر کا لہو بہے اُن کی مسلسل قربانیوں ہی کا ثمرہ ہوگا کہ بھارت ذلیل و خوار ہو کر کشمیر سے رخصت ہونے پر مجبور ہوگا۔ بھارت کا فوجی غرور خاک میں ملا ہوا ہوگا اور اس کی معیشت تباہ ہوئی ہوگی۔ عرش والا بھارت کے لئے ہزار مسائل اور مشکلات پیدا کرے گا اور یوں جنوبی ایشیا کے دبے اور پسے ہوئے مسلمانوں کو اطمینان کا سانس لینے کا موقع نصیب ہوگا۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ کشمیر کی آزادی کی یہ جنگ شاید اور محاذوں پر لڑی ہوگی اور اس جنگ میں بنگلہ دیش، سری لنکا، مالدیپ، چین، خالصتان، پاکستان کو اپنا حصہ ادا کرنا ہوگا۔ بہرحال مسلم اُمت کے پاس ایسے ماہرین حرب و ضرب کی کمی نہیں جو مل بیٹھ کر "اوپریشن خیبر" کے تحت فتنۂ ہنود کا خاتمہ کرنے کا پلان تیار کر سکیں۔

حرفِ آخر

کشمیر کی جنگِ آزادی کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ خود آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے نوجوان کس حد تک قربانیوں بھری جدوجہد کر سکتے ہیں، یہ بات ہمارے لئے باعثِ اطمینان ہے کہ آزاد اور مقبوضہ علاقوں کے نوجوان کافی بیدار ہوئے ہیں۔ وہ اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ عمائدینِ قوم میں سے کون سے لوگ مخلص ہیں اور کون سے غیر مخلص۔ وہ اس حقیقت سے بھی آگاہ ہیں کہ کون مجاہد ہے اور کون منافق۔ میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے جب کشمیری نوجوان جمود پسند زعماء قوم کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے Initiative کے ساتھ عسکری جدوجہد کا آغاز کریں۔ بزرگ زعماء قوم

اپنے مضمحل قوی کی موجودگی میں کوئی انقلابی اقدام کر نہیں سکتے۔ پس نوجوان آگے بڑھیں، اللہ پر بھروسہ کریں اور جہاد اور قتال کی تحریک کا آغاز کریں۔ مقبوضہ کشمیر کے حساس اور غیور نوجوان تو پہلے ہی اس راہ میں مصروف عمل ہیں وہ شہید بھی ہوتے ہیں اور زخمی بھی۔ اس وقت سینکڑوں نوجوان مقبوضہ علاقہ کی جیلوں، تھانوں، انٹروگیشن سنٹروں میں زیرِ عتاب و عذاب ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کے باغیرت نوجوان پچھلے ۴۲ سال سے برابر محوِ جہاد ہیں۔ راہِ حق میں ہزاروں نوجوان شہید ہوئے، ہزاروں گولیوں اور لاٹھیوں سے زخمی ہوئے اور لاکھوں لوگوں نے بھارتی مظالم سہے۔ اُن مجاہدوں کی یہ تحریک جبھی کامیاب ہو سکتی ہے جب آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کے مسلم نوجوان مسلح ہو کر بھارتی فوجوں پر چڑھ دوڑیں۔ دُور سے تماشائی بن کر ہمدردی کے بیانات جاری کرنے سے بھارت کشمیر چھوڑ نہیں سکتا۔ اب سرینگر اور مظفر آباد کی کرسیِ اقتدار کے پیچھے دوڑنا گناہ ہے۔ سڑکیں بنانے اور بڑے بڑے محل تعمیر کرنے سے مسئلہ کشمیر حل نہیں ہوگا اس کے لئے آرام حرام کر کے سراپا ایثار بننا ہوگا۔ اپنے بیٹوں کو جنگ آزادی کشمیر میں عملاً شریک ہونے کی ترغیب دینی ہوگی۔ کشمیری مجاہدین دنیا کے جس خطہ میں بھی آباد ہیں تحریکِ حریتِ کشمیر کی کامیابی کے لئے اپنے فکری، علمی اور مادی وسائل بروئے کار لائیں۔ انشاء اللہ وہ دن دُور نہیں جب بھارت اپنی شکست کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا اور اس کے ساتھ ہی ہمارا وطن عزیز بھارت کے پنجۂ استبداد سے آزاد ہو کر آزاد اور خود مختار قوموں کی صف میں کھڑا ہو کر بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے اپنا تعمیری رول ادا کرنے کی تحریک میں منہمک ہوگا۔

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

لاح الدین کشمیری

جلال آباد کے میدان جنگ میں

پندرہ روز قیام کے دوران کیا دیکھا کیا پایا...؟

مظفر آباد میں گوشۂ عزلت میں وطن عزیز کشمیر سے متعلق اپنے جذبات اور خیالات کو منصۂ شہود پر لانے کے [illegible] سوچتا رہا کہ کچھ دن خانۂ کعبہ میں ربِ کعبہ سے قربتِ خصوصی کے لئے گزاروں۔ چند دنوں کے بعد یہ [illegible] سوس ہوا کہ غلاموں اور قیدیوں کے لئے جمعہ، عید اور عمرہ و حج کے بارے میں رخصت ہے محو فکر ہوا کہ آخر [illegible] وم اور مجبور لوگ جن کی زندگی زندانوں، تھانوں اور بیابانوں میں گزرتی ہے وہ نعمتِ سکینیت کہاں سے پالیں [illegible] آزاد فضاؤں میں سانس لینے والے مسلمانوں کو جمعہ، عید اور حج کے اجتماعات میں نصیب ہوتی ہے پھر کیا [illegible] لام اس نعمت سے محروم رہتے ہیں۔ کیا یہ اُن کی حالتِ غلامی کی سزا ہے کیا غلاموں کی خلاصی اور ترقی کے کوئی [illegible] مواقع میسر نہیں۔ اس قسم کے خیالات میں مستغرق ہی تھا کہ جہاد اور قتال سے متعلق آیاتِ قرآنی اور احادیثِ [illegible] نبوی سے ایک اشارہ ملا۔ اس کے بعد کچھ دن ہی گزرے کہ میں عسکری زندگی کے ایک ایسے مرکز میں پہنچا جہاں جسمانی اور روحانی تربیت کو سکینیتِ روح کا ذریعہ بنا دیا۔ اس مقام پر پندرہ روز قیام کے بعد میں پھر ایک ایسی جگہ مقید ہوا جہاں مجھے بقائے وجود کے لئے کھانا پکانا پڑا۔ نمازیں وقت پر ادا کرنے سے رہ گیا، تراویح ادا کرنہ [illegible] سکا۔ روزہ کے باوجود زندگی بے سوز پائی۔ قرآن کھولا تو پایا "ہم تمہارا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں اور معزز سرزمین میں داخل کرنا چاہتے ہیں"۔ یہ اشارہ پلتے ہی دوسرے دن پشاور پہنچا جہاں افغان مہاجرین کے کیمپ [illegible] کے جلوزو میں پروفیسر عبد[illegible] رسول سیاف کی مسجد میں پانچ وقت نمازیں ادا کرتا رہا۔ اپنے معزز میزبان جناب [illegible] انجینئر احمد شاہ صاحب سے کہا کہ میں جلال آباد کے محاذ کا دورہ کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے [illegible] خیال میں آپ وہاں نہ جائیں، وہاں حالات بہت خراب ہیں۔ میں نے اپنے بزرگ اور شفیق دوست سے عرض

کیا کہ حضور! جہاں میرے بارہ لاکھ دینی بھائی شہید ہوئے وہاں اگر میں بھی میدان جنگ میں کام آجاؤں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میں اپنے افغان بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہتا ہوں" اگلے روز میں جلال آباد کے میدان جنگ میں وارد ہوا یہاں اسلامی اتحاد کے ایک مرکز میں اپنے میزبان کمانڈان بلال سے ہمکلام ہوا۔ شریف النفس کمانڈان بلال صاحب نے انگریزی زبان میں پوچھا کہ آپ اپنا تعارف کرائیں اور فرمائیں کہ آپ کن عزائم اور جذبات کے ساتھ یہاں آئے ہیں۔ ہم دونوں محاذ جنگ میں دشمن کے مورچوں سے صرف ایک ہزار میٹر دور ایک مسجد میں نماز ظہر کے بعد گفتگو میں مصروف ہوئے۔ میں نے اپنے معزز مجاہد میزبان سے کہا کہ میں اپنی قوم کا حقیر نمائندہ ہوں اپنے آپ کو قربانی کا بکرا سمجھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں دشمن کے ہاتھوں مارا جاؤں تاکہ افغان قوم کی مصیبت کم ہو جائے۔ آپ اس محاذ سے فارغ ہو جائیں تو شاید آپ میری مظلوم اور مجبور قوم کی نجات اور آزادی کا باعث بنیں۔ میری یہ باتیں سن کر کمانڈر بلال غور و فکر میں محو ہوئے۔ شام کو اُن کے ساتھ آخری ملاقات افطار کے وقت ہوئی۔ افطار، نماز مغرب وغیرہ کے بعد ہم قہوہ پیتے رہے اور کیمپ سے باہر ٹینکوں اور توپوں کے پھٹتے ہوئے گولوں کی آوازوں کی سماعت کرتے رہے۔ عجیب و غریب سماں بندھا تھا۔ بلال صاحب دوسرے دن سے میدان جنگ میں سرگرم عمل ہوئے ان کے اور میرے درمیان صرف وائرلیس پر بات ہوتی رہی ایک شام انہوں نے فرمایا کہ ہم نے ابھی ابھی بارہ پوسٹوں پر قبضہ جما لیا۔ اس کے دو دن بعد پھر انہوں نے اطلاع دی کہ ہم نے آج چھ مورچوں کو فتح کیا۔ جب بھی ہم مجاہدوں کی فتح کی خبر سنتے تھے تو کابل نمیالہ جہاز جذبۂ انتقام میں دن رات بمباری میں محو ہوتے۔ ٹینکوں اور توپوں کے دھانے کھلے اور میدان جنگ میں قیامت کا سماں بندھا تھا۔ جلال آباد کے میدان جنگ میں میرے پندرہ روزہ قیام کے دوران دشمن کے جہاز، ٹینکوں، توپوں کے ہزاروں گولے پھٹے۔ اور ہم اطمینان کے ساتھ مجاہدانہ صبر و سکون کا مظاہرہ کرتے رہے۔

جلال آباد کے میدان جنگ میں کلاشنکوف رائفل بے کار نظر آتی ہے۔ مجاہدین راکٹوں کے علاوہ اُن ٹینکوں اور توپوں کو استعمال کرتے ہیں جو انہوں نے دشمن سے چھین لی ہیں۔ جوں ہی مجاہدین کے بڑے ہتھیار گرجنے لگتے دشمن برافروختہ ہو کر چہار سو مجاہدین کے مورچوں پر ہوائی جہازوں، ٹینکوں توپوں اور راکٹوں کی آگ برساتا۔ خوف و دہشت کے اس ماحول میں مجاہدین کے اطمینان قلب کا یہ عالم تھا کہ وہ خوب ہنستے اور اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے۔ میرے پہلے تین چار دن اسی حال میں گزرے کہ

میں دل ہی دل میں دعا مانگتا رہا کہ اے اللہ اس مرکز بلال کو محفوظ رکھ۔ ان مجاہدوں کو سلامت رکھ، ناں مجھے اس کیمپ سے باہر دشمن کے گولوں اور راکٹوں کا استقبال کرنے کی توفیق عطا کر۔ چار دن کے بعد میری دعا کچھ مختلف تھی۔ میں افغان مجاہدوں کی سلامتی کے ساتھ ساتھ اپنی سلامتی کے لئے بھی دعا کرتا رہا۔ اس تبدیلی کے محرکات کیا تھے، یہ جاننے کی ضرورت ہے۔

ابھی ہم طورخم کے قریب نہ پہنچے تھے کہ ہم (یعنی رفقاء سفر جن میں تین عرب نوجوان موجود تھے) اتحاد اسلامی کے ایک مرکز میں رُک گئے۔ رات اُدھر ہی گزاری۔ نماز عشاء کے بعد میں نے اپنا چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر آن کیا۔ اس میں "تاجدار حرم" مقبول صابری قوال کی مشہور قوالی کا کیسٹ تھا۔ جوں ہی "وہابی" مسلک سے وابستہ ان نوجوانوں نے قوالی کی آواز سنی انہوں نے اسے بدعت، کفر اور شرک قرار دیا۔ میں نے ان نوجوانوں کے جذبۂ جہاد کے احترام میں ٹیپ بند کیا لیکن سوچتا رہا کہ اے اللہ! اس دنیا میں ایسے خشک لوگ بھی آباد ہیں جو نعت گوئی کو صرف اس وجہ سے بدعت اور شرک قرار دے رہے ہیں کہ اس میں قوال وجد میں آکر سماع کا سماں پیدا کر رہا ہے۔ ان نوجوانوں کی زبان جلال آباد کے اگلے مورچوں پر بھی رُکی نہیں۔ وہاں بھی وہ فتویٰ کی توپیں داغتے رہے اور مسلکی دھونس کے ذریعے مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان نوجوانوں کو میرے حالات زندگی اور میرے وطن عزیز کشمیر کے مظلوم اور محکوم مسلمانوں کے بارے میں حقائق جاننے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ انہیں میرے غلام وطن سے کوئی دلچسپی نہیں تھی البتہ اپنے مخصوص مسلکی خول میں آباد رہنا چاہتے تھے۔ اسی طرح افغان مجاہدین میں سے کچھ مجاہد ایسے بھی تھے جو میدان جنگ میں میری موجودگی دیکھ کر ہنستے تھے۔ ایسے لوگوں کو بھی نہ تو میرے حالات جاننے سے دلچسپی تھی اور نہ ہی کشمیر کے بارے میں معلومات جمع کرنے کے بارے میں بیقرار تھے میں جب دعاؤں میں مصروف ہوتا تو ایسے مجاہد ایک دوسرے سے ہمکلام ہو کر پشتو میں کہتے کہ "بے چارہ پریشان ہے"۔ یہ حالات دیکھ کر میں سخت پریشان ہوا۔ میں سوچتا رہا کہ میرا کشمیر دوسرا افغانستان ہے کشمیر میں بھی مسلم مجاہدین محو جہاد ہیں، وہاں بھی مسلمان شہید اور زخمی ہوتے ہیں۔ لوگ جیل اور تعذیب خانوں میں تڑپتے رہتے ہیں، بھارتی سامراج وہاں مسلمانوں کی عزت کو پامال کر رہا ہے اور ادھر عرب اور کچھ افغان مجاہدین کا حال یہ ہے کہ انہیں میرے وطن عزیز سے کوئی دلچسپی نہیں۔ کیا میں اس محاذ پر اس حال میں شہید ہو جاؤں کہ ایک گروہ مجھے سماع پسندی کی وجہ سے بدعتی سمجھے اور دوسرا گروہ "بے چارہ مارا گیا" کے الفاظ سے یاد کرے۔ کیا یہاں میری لاش پر ایک آنکھ بھی پرنم نہیں ہو گی۔ یہ کیا اسلام ہے' یہ

کیا اتھرت ہے، یہ کیا جہاد ہے۔ اے اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ میں ان ہی خیالات میں ڈوب کر قریب کی اس مسجد کی طرف روانہ ہوا جو صرف ایک دن بعد بمباری سے شہید ہوئی۔ نماز ظہر اور تلاوت کے بعد جلال آباد کے حسین و جمیل پہاڑوں اور سرسبز لہلہاتے کھیتوں کا مشاہدہ کرتا رہا۔ کشمیر یاد آیا دل بیقرار ہوا اور آنکھوں سے فریاد کے آنسو بہے۔ میں نے صمیم قلب سے رب کائنات سے عرض کیا کہ اے میرے شفیق رب! آج سے میری دعا یہ ہے کہ میں کشمیر کے جنگلوں اور پہاڑوں پر سے گزرتے ہوئے ندی نالوں کا ٹھنڈا پانی پیتے ہوئے جہاد اور قتال کے عمل میں مصروف ہو جاؤں اور اسی حال میں مارا جاؤں تاکہ پُرترنم ندی نالے اور چہچہاتے پرندے گواہ رہیں کہ میں اپنے وطن سے اسی طرح پیار کرتا تھا جس طرح پیارے نبیؐ مکّہ سے پیار کرتے تھے۔ پیارے نبیؐ مکّہ سے ہجرت کے وقت مکہ کی طرف پیچھے مڑ کر فریاد کرنے لگے کہ مکہ میں تجھے خیرباد نہ کہتا، یہ تو یہاں کے ظالم ہیں جنہوں نے مجھے ہجرت پر مجبور کیا آخر میں اپنے وطن عزیز کی آزادی پر قربان کیوں نہ ہو جاؤں جہاں میرے لاکھوں دینی بھائی درماندگی اور کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ جہاں میری مائیں اور بہنیں غم و اندوہ کے آنسو بہاتی رہتی ہیں، جہاں عابد اور زاہد دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے اللہ ہماری امداد کے لئے کسی جماعت کو پیدا کر۔

بہت سے اہل دل سوچتے ہوں گے کہ آخر افغان محاذ سرد کیوں نہیں ہوتا۔ کیا اتنا کافی نہیں کہ ایک قوم کے بارہ تیرہ لاکھ لوگ قربان ہوئے، پچاس لاکھ بے گھر ہوئے، دس پندرہ لاکھ زخمی ہوئے اور پورا افغانستان تباہی اور بربادی کے مناظر پیش کر رہا ہے۔ افغان مجاہدین میں اہل دل حضرات اقلیت میں ہیں اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو "پیچو من دیگرے نیست" کے خبط میں مبتلا ہیں، اُن کا طرز فکر عصبیت افغانی کا غماز ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ افغان قوم کے بغیر باقی اور کوئی قوم بہادر نہیں۔ جلال آباد کے محاذ جنگ پر بلال مرکز میں احقر کبھی رات کو اُٹھ کر ٹینکوں اور توپوں کی گرج سُن کر دو چار رکعت نماز کے بعد ربِّ کائنات کے حضور پوری عاجزی کے ساتھ دُعا کرتا کہ "اے خالقِ کائنات! تو اس قوم کے حال پر رحم فرما۔ اس نے کافی مصیبت جھیلی، اس قوم کا سب کچھ لُٹ چکا، یہ ملک تباہ ہوا، عالم اسلام اس کی تباہی دیکھ کر پریشان ہے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے ملت کے بہت سارے مسائل تصفیہ طلب ہیں۔ بس اب یہ محاذ ملّت سرد ہو جائے"۔ میں نے افغان مجاہدین کے اہل دل حضرات کو اسی قسم کی دُعائیں مانگتے دیکھا۔ لیکن عام نوجوان ان دعاؤں کی حقیقت سے آگاہ نہیں وہ کلاشنکوف کلچر کے شیدائی ہیں، مسرور ہیں۔

ایسے نوجوان میری دُعاؤں پر تبصرہ کرتے ہوئے پشتو زبان میں فرماتے "بیچارہ بہت پریشان ہے، رات بیقرار رہتا ہے، وغیرہ"۔ جلال آباد کے میدان جنگ کا جلال جب زور پکڑتا تو ایسے نوجوان بھی پناہ گاہوں میں چھپنے پر مجبور ہوتے اور اُن کے چہرے پریشانی اور غم کے مظہر بن جاتے، لیکن اس کے باوجود "پدرم سلطان بود" یا "پیچو من دیگرے نیست" کا خبط باقی رہتا۔

مرکز بلال میں دس بارہ دن گزارنے کے بعد میں میدان جنگ کے باقی اگلے مورچوں میں مجاہدوں سے ملنے اور اپنے میزبان کماندان بلال سے الوداعی ملاقات کرنے کی نیت سے محوِ سفر ہوا۔ افطار کے وقت میں حزبِ اسلامی کے ایک مورچہ میں وارد ہوا یہاں کچھ عرب نوجوان بھی تھے، کچھ یمنی تھے اور ایک فلسطینی نوجوان امریکہ سے آیا تھا۔ یہ فلسطینی مجاہد بھی کشمیر کے حالات سے آگاہ نہ تھا یاد رہے کہ محاذ جنگ پر مجھے کچھ ہم وطن مجاہدوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اُن کو دیکھ کر حیران بھی ہوا اور خوش بھی۔ اُن سے کہا کہ شاباش باقی تربیت ادھر ہی مکمل کرو۔ یہاں رات گزارنے کے بعد دوسرے دن آگے بڑھے، جگہ جگہ مجاہدین سے ملاقات ہوتی رہی اٹک کے ایک مجاہد نے میرے سر پر جناح ٹوپی دیکھ کر مجھ سے ہمکلام ہونے کی تحریک پائی۔ انہوں نے فرمایا کہ آج ہم کچھ مجاہدین اگلے مورچوں کی نگرانی کر رہے تھے کہ اچانک دشمن کے پانچ چھ ٹینکوں نے ہماری پٹرول پارٹی کو گھیرے میں لیا۔ سخت لڑائی ہوئی ٹینکوں کے گولے بارش کی طرح برستے رہے ایک مجاہد کے ٹکڑے ہوئے۔ کُل تین مجاہد شہید اور چھ زخمی ہوئے۔ شہداء میں کماندان بلال اور حزب اسلامی کا کماندان بھی شامل تھا کماندان بلال کی شہادت کی خبر سُن کر میں تھوڑی دیر کے لئے دم بخود ہوا۔ ملے جُلے جذبات کے کچھ آنسو میری آنکھوں سے بہے۔ بلال دوست کی عظمت کو سلام۔ شاید بلال نے میرے عزائم کو دیکھ کر شہادت کی آرزو کی تھی۔ ایسے اہل ہمت بہت کم ہوتے ہیں جو ظاہر اور باطن میں مہمان نواز ہوتے ہیں۔ شاید بلال نے اللہ سے دُعا مانگی تھی کہ اُس کا مہمان سلامت رہے مگر میزبان کی جان کی قیمت پر۔ مرحبا! باطنی دُنیا کے رموز عشق بھی نرالے ہیں۔ یہ تو بلال جیسے مجاہد ہی ہیں جن کو دیکھ کر بدر و حنین کے مجاہد یاد آتے ہیں۔ بلال شہید ہوا تو سینکڑوں مجاہدوں میں انتقام کا جوش پیدا ہوا۔ اُن کی لاش پشاور پہنچا دی گئی وہاں ہزاروں مہاجرین و مجاہدین نے اُن کی نماز جنازہ میں شرکت کی جس میں انجینئر احمد شاہ بھی تھے وہاں بلال کے سینکڑوں دوستوں، رفیقوں اور عزیزوں کو بلال کے حق میں رطب اللّسان پایا۔ بلال جلال آباد میں پیدا ہوا تھا لیکن انہیں پشاور میں مہاجر کیمپ میں دفن کیا گیا۔ آخر کیوں؟ ہاں اس لئے

کہ بلال کی قبر بلال کی قوم کو برابر تحریک دیتی رہے۔ بلال کی قبر اب بھی بلال کی طرح رہنمائی کرتی رہے گی۔ دیارِ غیر میں صلاح الدین کشمیری اقبال کشمیری کے نام پہ دفن ہوتا تو اس کی قبر سے کس ہم وطن، کس دوست اور عزیز کو تحریک ملتی؟۔

چونکہ میں اپنے عزائم میں پرخلوص تھا اس لئے اللہ نے محاذِ جنگ پہ وہی سوز و گداز بخشا جو خانہ کعبہ میں میسّر آتا۔ نمازِ عشق تلواروں کے سائے میں ادا ہوتی ہے۔ اللہ اور رسولؐ سے ملاقات اُدھر ہی ہوتی ہے۔ یہاں قوم آزاد ہو، امن کا ماحول میسّر ہو تو اویس قرنی کے مسلک پہ اصرار جائز نہیں۔ پھر قربتِ کعبہ اور روضۂ رسولؐ کے لئے تڑپنا درست اور جائز ہے۔ فی الحال حالتِ مغلوبیت میں مکہ اور مدینہ سے مثلِ اویس قرنی تعلق معنوی پیدا کرنے پر اکتفا کریں۔ قرآنی حکم ہے "نکلو اللہ کی راہ میں اور جہاد کرو مال و جان کے ساتھ خواہ ہلکے ہو یا بوجھل"۔ جہاد فرضِ عین ہے، میرے وطنِ عزیز کو اغیار نے زیر کیا ہے، میرے بہت سے مجاہد بھائی وہاں بھارتی کشمیر کے زندانوں میں تڑپ رہے ہیں جو مظلوم اور محکوم کشمیری لقائے ربّانی، دیدارِ رسولؐ، اطمینانِ قلب اور تسبیح و تہلیل کی نعمت کے متمنی ہوں وہ تلواروں اور توپوں کے سائے میں زندگی گزارنے کی نیت باندھ لیں۔ یقین جانیں کہ زاہدوں اور عابدوں کو جو خشوع اور خضوع خانۂ کعبہ میں میسر ہوتا ہے مجاہدینِ افغانستان کو وہ نعمت میدانِ جنگ میں گولوں، گولیوں اور بموں کی آوازوں کی موجودگی میں نصیب ہوتی ہے۔ جلال آباد کے میدانِ جنگ میں مجاہدین نماز و روزہ، تسبیح و تراویح میں اطمینان کے ساتھ مصروف رہتے تھے۔ اُن کے قلوب مطمئن اور چہرے روشن ہیں۔ نظریں عرشِ الٰہی پہ مرتکز ہیں، ایک ہاتھ میں تسبیح اور دوسرے میں بندوق، بال گرد آلود، شکستہ کپڑے اور آنکھیں پُرنم۔ وہاں نمازوں اور ذکر و فکر ہی میں عافیت ہے یہی کچھ مجاہدوں کی دولت ہے اور اسی پر انہیں نازاں ہونا چاہیئے۔

جلال آباد کے میدانِ جنگ میں مجھے اس بات کا یقین ہوا کہ اللہ ہی محافظت کے لئے کافی ہے اور اُس کے فرشتے بھی اس کام میں اپنا حصہ ادا کر رہے ہیں۔ میدانِ جنگ میں ہر طرف مشین گنوں کی گولیاں چلتی ہیں ٹینکوں اور توپوں کے گولے پھٹتے ہیں، راکٹ اور بمبار جہازوں کے بم برستے ہیں لیکن مجاہدوں کے اکثر مقامات محفوظ رہتے ہیں۔ جلال آباد شہر کے وہ علاقے جو مجاھدین کے کنٹرول میں ہیں ہمہ گیر انقلاب کی داستان سُنا رہے ہیں، مکانات تباہ، باغات ویران، مسجدیں شہید ہیں۔ حساس دل یہ منظر دیکھ کر بے ساختہ روتے ہیں۔

جلال آباد کے محاذ پر پشتو، اُردو اور عربی زبان بولنے والے لوگ ایک دوسرے سے ایسے ملتے ہیں جیسے گونگے ملتے ہیں۔ گونگے لوگ اشاروں اور کچھ آوازوں سے دل کی بات سناتے ہیں۔ اسی طرح اردو اور پشتو یا عربی اور پشتو بولنے والے لوگ بھی اشاروں اور کچھ عام فہم الفاظ سے ایک دوسرے کو حال سناتے ہیں۔ مجھے محاذِ جنگ پہ ملّتِ اسلامیہ کی غربت کا صحیح احساس ہوا۔ یہ ملت دینی اور دنیوی علوم دونوں میں پیچھے ہے۔ حاملِ قرآن ملّت کی نہ کوئی مشترک زبان ہے اور نہ ہی اس کے پاس سائنسی ٹیکنالوجی ہے کہ ہزاروں فٹ بلندی سے پرواز کرنے والے جہازوں کا جواب دے سکے۔ بمبار آتے اور آرام سے مجاہدین کے ٹھکانوں پر بم برساتے۔ بس اللہ مجاہدین کی طرف سے مدافعت نہ کرے تو مجاہدین مکمل طور پر بے بس ہوں گے۔ ابھی تک فضلِ الٰہی شاملِ حال ہے جبھی تو مجاہدین پوری دلجمعی سے میدان میں جمے ہوئے ہیں۔

جلال آباد کے محاذِ جنگ سے رخصت ہو کر بیس کلومیٹر پیدل سفر کرتا رہا۔ میرے ساتھ گجرات کا ایک مجاہد اسلم بھی تھا۔ اسلم صاحب پشتو اور فارسی زبانوں میں بھی بات کر سکتا تھا اور پوری مہارت کے ساتھ۔ اسلم صاحب نے افغان مجاہدوں کے ساتھ چار سال گزارے ہیں۔ نہ معلوم افغان مجاہدوں کی گاڑیوں نے ہمیں لفٹ دینے کی زحمت گوارا کیوں نہیں کی۔ بالآخر عرب مجاہدین کی ایک گاڑی نے ہمیں طورخم پہنچا دیا۔ اسلم صاحب کی آنکھ میدانِ جنگ میں مجروح ہوئی تھی وہ اوپریشن کے لئے پشاور جا رہے تھے۔

کتنے ہی افسوس کا مقام ہے کہ مسلم دنیا میں سے صرف چار ممالک نے افغانستان کی عبوری اسلامی حکومت کو تسلیم کیا۔ مسلم دُنیا کے اس نفاق کی وجہ سے اعدائے دین مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جا رہے ہیں یہی حال کشمیر کا ہے یہاں مجاہدینِ کشمیر پچھلے چالیس سال سے جدوجہد کر رہے ہیں اور مسلم دنیا کو معلوم ہی نہیں کہ کشمیر دنیا کے کس خطہ میں ہے اور وہاں کون کون لوگ رہ رہے ہیں۔ اُن کے کیا مسائل ہیں کیا اسرائیل اور روس کی لاٹھی دیکھ کر بھی امت نہیں سنبھل سکتی۔ کیا بھارت کے عزائم دیکھ کر بھی امت ہوش سے کام نہیں لے سکتی؟ اللہ رحم کرے؟

پشاور پہنچ کر جب میں اپنے معزز میزبان جناب انجینئر احمد شاہ صاحب سے ملا تو انہوں نے مجھے گلے لگایا اور بہت خوش ہوئے۔ ہم دونوں نے نمازِ عصر سیاف مسجد میں ادا کی۔ نماز کے بعد میں نے انجینئر احمد شاہ صاحب کو مجاھدین کے مسائل اور مشکلات سے آگاہ کیا اور کچھ قیمتی تجاویز پیش کیں۔ دوسرے دن میں نے نمازِ عید سیاف مسجد میں ادا کی اس مسجد میں تقریباً تیس ہزار مہاجرین اور مجاھدین نے نماز ادا کی۔ نمازِ عید سادگی اور وقار

ساتھ منائی گئی۔ کیمپ جلوزو سے روانگی کے وقت میرے معزز میزبان نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا "You will not forget us"۔ اس محبت بھرے جملے نے نہ صرف یہ کہ افغان مجاہدین کی کوتاہیوں کا کفارہ ادا کیا بلکہ کشمیر افغان دوستی کو اور مضبوط بنا دیا۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

اقبالؒ

اس ملت کا اصل کام یہ ہے کہ یہ خلافتِ اسلامی کے احیاء کے لئے جدوجہد کرے۔ یہی کچھ ہماری آرزوؤں اور تمناؤں کا منتہائے مقصود ہو۔ اسی میں ہمارے سبھی ملی امراض کے علاج کا راز مضمر ہے اور اسی میں ہماری دنیوی فلاح اور اُخروی نجات کا راز پوشیدہ ہے۔

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

اقبالؒ

تحریک "اوپریشن بالاکوٹ" کا پیغام

کشمیر میں بھارتی سامراج کے خلاف جو مسلح جدوجہد ہو رہی ہے اس کو بدر، احد، خندق، حنین، سندھ اور اندلس کے معرکوں سے صرف اس وجہ سے منسوب نہیں کیا جاسکتا کہ وہاں ان سبھی معرکوں میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، انہوں نے دشمنوں کو گھنٹوں یا دنوں میں زیر کیا۔ کشمیر کی جنگ کو کربلا کے معرکہ سے بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ کربلا میں ایک منظم فوج نے چند حق پرستوں کے خلاف کارروائی کی۔ یہاں کشمیر میں حق پرست مسلح ہو کر ایک بڑی طاقت کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اور یہ معرکہ نتائج کے اعتبار سے بالاکوٹ کے اس واقعہ سے مماثلت رکھتا ہے جس میں سید احمد شاہ اسماعیل اور ان کے دیگر سینکڑوں ساتھی شہید ہوئے اور بظاہر زیر ہوئے۔

۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے مقام پر جامِ شہادت نوش کرنے والے مجاہدینِ اسلام نے بظاہر شہادت، مصائب اور مشکلات کے سوا اور کچھ نہ پایا لیکن باطنی لحاظ سے وہ کامیاب ہوئے۔ پنجاب کی سکھ مملکت چند سالوں میں ختم ہوئی اور آج بالاکوٹ ایک مسلم مملکت کا حصہ ہے۔ میں نے ۱۹۸۸ء میں آزاد کشمیر میں اپنے گیارہ ماہ کے قیام کے دوران محسوس کیا کہ کشمیر کی مسلح جدوجہد کے نتیجہ میں دشمن کا ردِ عمل بڑا سخت ہو گا۔ کشمیری مسلمانوں کو آگ اور خون کے سمندر سے گزرنا ہو گا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم کشمیر کی طویل جنگ کو معرکۂ بالاکوٹ سے منسوب کریں تاکہ جدوجہد میں مصروف حق پرستوں کو یہ اطمینان تو نصیب ہو کہ: ہاں ہم حق کی سربلندی کیلئے ہی جدوجہد کر رہے ہیں۔ کشمیر کی

موجودہ عسکری جدوجہد نے کشمیری مسلمانوں کیلئے جو مسائل پیدا کئے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ کشمیر کے نوجوان قتل ہو رہے ہیں، ماؤں بہنوں کی عصمت لٹ رہی ہے آبادیاں ویران ہو رہی ہیں، بزرگوں کی توہین ہو رہی ہے یہ سلسلہ پچھلے تین سال سے جاری ہے کشمیری مسلمانوں کی مظلومیت بڑھتی جا رہی ہے۔ تباہی و بربادی کے مناظر چہار سُو نظر آتے ہیں ۔

شومیٔ تقدیر سے ۱۹۴۷ء میں کشمیر کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ کشمیر کئی حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک حصہ بھارت کے پاس ہے، ایک حصہ پاکستان کے کنٹرول میں ہے، ایک حصہ آزاد کشمیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور ایک حصہ چین کے قبضہ میں ہے۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان مسلح تصادم کے کئی معرکوں کے باوجود مسئلہ کشمیر ابھی تک تصفیہ طلب ہے۔ اقوام متحدہ کی ناقص قراردادوں میں پاکستان کی کمزور پوزیشن کی وجہ سے ان قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے کے مؤقف پر اصرار جائز نظر آتا نہیں ۔ پاکستان بھارت کے ساتھ مسلح تصادم چاہتا نہیں۔ کشمیر میں جاری محدود پیمانے کی عسکری کارروائیوں سے بھارت کشمیر سے بے دخل ہو سکتا نہیں۔ کشمیر کی موجودہ عسکری جدوجہد میں شدت پیدا ہوتی نہیں۔ کشمیر جل رہا ہے ۔ وہاں ہزاروں مکانات نذر آتش ہوئے، تقریباً تیس ہزار حریت پسند شہید ہوئے، ہزاروں زخمی ہوئے، تیس چالیس ہزار حریت پسند بھارتی جیلوں اور تعذیب خانوں میں تشدد کا نشانہ بنائے جا رہے ہیں ۔ بس وہاں قیامت کا سماں ہے ۔ ان حالات کے پیش نظر آزاد کشمیر کے نوجوانوں کو سامنے آکر بھارت کے خلاف عملی جدوجہد کی فکر و تدبر کرنی ہوگی۔ جلسوں اور جلوسوں سے بھارت مرعوب ہوگا نہیں، بیانات کی توپیں داغنے سے بھارتی فوجیں زیر ہوں گی نہیں۔ بس نجات کا واحد راستہ یہ ہے کہ آزاد علاقہ کے نوجوان مسلح ہو کر جنگ بندی لائین کو روندتے ہوئے وادیٔ کشمیر میں

بھارتی درندوں کے خلاف عسکری کارروائیوں کا آغاز کریں۔ مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے نوجوانوں کی مشترکہ کوششوں کی بدولت بھارت پریشان ہوگا اور بالآخر کشمیر سے رخصت ہونے میں ہی عافیت سمجھے گا ۔

آزاد کشمیر کے باغیرت اور پُرعزم نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ روایتی طرز جدوجہد سے بیزار ہو کر عملی جدوجہد کی نئی راہیں اپنانے پر کمربستہ ہو جائیں جس طرح وادیٔ کشمیر کے نوجوانوں نے حالات کا رخ تبدیل کیا اسی طرح آپ بھی جمود پسندانہ اداؤں کے مینار گرانے کی فکر و تدبر کریں۔ آپ غیور نوجوانوں کی عملی شرکت کے بغیر کشمیر آزاد نہیں ہو سکتا۔ وادیٔ کشمیر کی مظلوم مائیں اور بہنیں راہیں تک رہی ہیں کہ آپ کب منحوس جنگ بندی لائین کو روندتے ہوئے وادیٔ کشمیر میں داخل ہوتے ہیں وادیٔ کشمیر کے مجاہدین آپ کے بھائی ہیں۔ آپ کے بھائی آپ کی امداد کے طالب ہیں۔ دور سے تماشائی بن کر ہمدردی جتانا ٹھیک نہیں۔ تماشائیوں کا رول ادا کرنے سے حالات تبدیل نہیں ہو سکتے۔ جواں عزائم اور جرأتمندانہ اقدامات کی ضرورت ہے آپ مصلحت اور جمود کی زنجیریں توڑ کر سامنے آئیں اور وادیٔ کشمیر میں مسلح جدوجہد میں شامل ہو جائیں۔ آپ کے سینے میں ایمان کی رمق باقی ہے تو بحث و تکرار سے دامن بچاتے ہوئے محمد بن قاسم کا رول ادا کریں۔ خدانخواستہ اگر وادیٔ کشمیر کے حق پرست آپ کی عدم دلچسپی کی وجہ سے زیر اور پامال ہوئے تو آپ کا آزاد علاقہ بھی دشمن کی یلغار سے بچ نہیں سکتا اور آپ ماؤف جذبات اور مضمحل عزائم کے ساتھ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ مسلمان ہوتے ہوئے اس فانی دنیا پر فریفتہ ہوں۔ آئیے بدر و بالاکوٹ کی یاد تازہ کریں اور سرکشوں کے سر قلم کرتے ہوئے کشمیر کی آزادی کا راستہ استوار کریں۔ بھارتی درندوں نے کشمیری مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنا

دی ہے شرفا کا جینا دوبھر ہوا ہے، ماؤں بہنوں کی عزت اور عصمت محفوظ ہے نہیں ، ان حالات میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا جائز نہیں۔ آپ آگے بڑھ کر دشمن پر وار کریں اور دیوانہ وار بین گراتے ہوئے وادیٔ کشمیر میں داخل ہو جائیں۔ آپ کے بزرگوں نے اپنے دور میں بھرپور جدوجہد کے ذریعے یہ علاقہ آزاد کروایا، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی غفلت کی وجہ سے یہ علاقہ دشمن کے مذموم ارادوں کا نشانہ بنے۔ آزاد علاقے کے سیاسی راہنماؤں سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ تاریخ کے تیور سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر آزاد علاقہ کے سیاسی راہنماؤں اور دینی شخصیات نے اس علاقہ کے نوجوانوں کو اپنے عزائم کے شایانِ شان جدوجہد کرنے کا موقع فراہم نہ کیا تو خطرہ ہے کہ حکایات وشکایات کا لاوا جو اندر ہی اندر پک رہا ہے پھٹ پڑے اور یہاں ایک ایسی غیر متوقع صورتحال پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے وادیٔ کشمیر کی جنگِ آزادی متاثر ہو اور برہمنی سامراج دلیر ہو جائے۔ نباض اور حساس بزرگ میری باتوں کا سنجیدہ نوٹس لینے کا فیصلہ کر لیں تو یہاں کے افرادی اور مادی قوتی کو جہادِ کشمیر کیلئے وقف کرنے کا حوصلہ خود بخود پیدا ہو گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں کے بزرگوں کی عدم دلچسپی کی وجہ سے وادیٔ کشمیر کے مسلمان مایوس ہوں اور وہ مایوسی کے عالم میں اپنے فطری رجحانات کا رخ تبدیل کرنے پر مجبور ہوں۔ خوش فہمی کی بھی ایک حد ہوتی ہے کشمیر کرب و بلا میں تڑپتا بھی رہے، آپ Sadistic جذبات کے ساتھ کشمیر کی بے بسی کا مشاہدہ بھی کرتے رہیں اور پھر توقع رکھیں کہ کشمیریوں کی پاکستان نوازی بھی باقی رہے ، یہ خوش فہمی اور خود فریبی نہیں تو اور کیا۔ یاد رکھیں وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ وقت تعاون اور اشتراک کا مطالبہ کر رہا ہے۔

کشمیر کے موجود وجہد مجاہدینِ اسلام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ راہِ حق میں صبر و ثبات کا مظاہرہ کریں۔ ناساعد حالات کے باوجود حق سے تعلق جتانا عین عزیمت ہے۔

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و عزیمت کی راہ میں جن مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کیا ان کے مقابلے میں آپ کی مشکلات ہیچ ہیں۔ جب بھی آپ کسی مشکل یا تکلیف میں مبتلا ہوں تو دل میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مراحل شوق کی یاد تازہ کریں۔ آپ شعب ابی طالب طائف، غارِ ثور، بدر، احد اور حنین کے واقعات یاد کریں۔ ایسا کرنے سے آپ کی ہمت اور جرأت میں غیر معمولی اضافہ ہو گا۔ اطمینانِ قلب کی طلب ہے تو ذکرِ اللہ اور فکرِ آخرت میں مشغول رہیں۔ آپ نے راہِ حق میں اپنی فانی خواہشات کو تج دیا، اب استقلال اور استقامت کی ضرورت ہے۔ یہ جوانی یہ بہادری یہ ذوقِ پرواز اور عزمِ سفر کیا ہے۔ یہ سب اللہ کی امانت ہے۔ اس پر اترانا زیب نہیں دیتا۔ آپ شکر کریں کہ اللہ نے آپ کو اپنے کام کیلئے چُن لیا ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ انکسار اور تزکیہ کی راہ پر گامزن رہیں وہ دن دور نہیں جب آپ دشمن پر غالب آئیں گے۔ آپ کے ہاتھوں بھارت رُسوا اور ذلیل ہو گا بس آپ کے عزائم جواں رہیں ان میں قطعاً ضعف پیدا نہ ہونے پائے مجاہد جس تنظیم سے بھی وابستہ ہیں میرے دل میں ان کیلئے شفقت اور احترام کے جذبات موجود ہیں۔ مجاہد "حزب اللہ" کے ہوں یا "لبریشن ٹائیگرز" کے، "تحریکِ مجاہدین" کے ہوں یا "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے، "پاسدارانِ اسلام" کے ہوں یا "انصار اللہ" کے، "المجاہدین فی الاسلام" کے ہوں یا "البرق" کے، "حزب المجاہدین" کے ہوں یا "لبریشن فرنٹ" کے غرضیکہ یہ سبھی مجاہدین میرے نظریاتی عزیز و اقارب ہیں۔ اللہ انہیں سلامت رکھے اور راہِ حق میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان عزیز مجاہدین سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ نظریاتی اختلافات کی بحث سے دامن بچاتے ہوئے اخوت اور ایثار کا مجسمہ بن جائیں۔ دشمن کسی تمیز اور تفریق کے بغیر آپ کو اپنی گولی کا نشانہ بناتا ہے۔ آپ بھی متحد و منظم ہو کر دشمن کو زیر کرنے

کی کوشش کریں۔ بالآخر آپ کی کوششوں سے کشمیر ضرور آزاد ہوگا۔ انشاءاللہ۔

فرزندِ کشمیر علامہ اقبالؒ کی آہوں اور دعاؤں، قائدِ اعظمؒ کی حکمت اور تدبر، ہندی مسلمانوں کی قربانیوں نے پاکستان کو معرضِ وجود میں لایا۔ تحریکِ پاکستان کا نعرہ "پاکستان کا مطلب کیا لاالٰہ الااللہ" لوگوں کا محبوب نعرہ قرار پایا۔ پاکستانیوں نے اپنے ملی نعرہ سے وفا کیا ہوتا تو مشرقی پاکستان الگ نہ ہوتا۔ بنگلہ دیش کیا ہے؟ یہ لسانی اور علاقائی عصبیت کا نام ہے۔ یہ نظریۂ پاکستان سے غدّاری کی علامت ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم پاکستان تو بنا چکے ہیں لیکن پاکستانی نہ بنا سکے۔ بہرحال مری سے مکران تک پھیلا ہوا علاقہ اب بھی دس کروڑ مسلمانوں کا وطن ہے۔ پاکستان سُدھر جائے، سنبھل جائے اور ملی مقاصد کیلئے متحرک ہوجائے تو پاکستان مسلم دنیا میں سپر پاور کا رول ادا کر سکتا ہے۔ افسوس کہ پاکستان کی اصلاح ہونے نہیں پاتی۔ پاکستان میں وہ سب کچھ موجود ہے جو بمبئی اور کلکتہ کے شہروں کی زینت ہے۔ پاکستان کے اخبارات حسینوں کے رنگین اشتہارات سے تو مزیّن ہوسکتے ہیں لیکن جہادِ کشمیر سے متعلق حقائق عوام تک پہنچانے کی زحمت گوارہ نہیں کرسکتے۔ بس پاکستان آزاد ہے لیکن پاکستانی غلام ہیں۔ یہاں دین مظلوم ہے۔ پاکستان کے فوجی اور سیاسی دانشوروں کی ذہانت نے سکھوں کو سکھ مت، افغانیوں اور کشمیریوں کو اسلام کے نام پر انقلاب برپا کرنے کی تحریک تو دی لیکن خود پاکستانی اس ذہانت سے متاثر نہیں۔ فرض کریں آج گرمو بیش کی موحد و جہد توحید پسند قومیں پاکستان کا محاسبہ کرنے کی مہم کا آغاز کریں تو پاکستان کے اباحیت پسند لوگوں کا کیا حشر ہوگا۔ ان کی یہ جھوٹی شان کیسے باقی رہے گی۔ اس قوم کے عارف محوِ حیرت ہیں، زاہد پریشان، کیا کشمیر کی مظلوم بہو بیٹیوں کی داستانِ مظلومیت سن کر بھی تم آرام کی نیند سوتے ہو۔ "شہ رگ" کی باتیں کرنے والے حضرات ذرا دیکھ لیں کہ شہ رگ سے کیسے لہو بہہ رہا ہے، افسوس کہ بدن میں کوئی درد اور کسک کی کیفیت پیدا ہوتی نہیں۔ اللہ رحم فرمائے۔ آپ قانونِ مکافات سے ڈرتے بھی نہیں آپ ضمیر کی آواز پر لبیک کہیں اور سامنے آکر اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی نیت باندھ لیں۔ اسی میں تمہاری سلامتی اور گرد و پیش کی محکوم قوموں کی آزادی کا راز مضمر ہے۔